بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ
أَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا ۝

(پارہ ۲۲ - سورۃ الأحزاب)

ترجمہ:- اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو
کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمہیں پاک کرکے خوب ستھرا کر دے

حسین رض بن علی رض
اور
یزید رض بن معاویہ

"مصنف"
سید محمد ریاض الدین سہروردی قادری چشتی
خطیب جامع بغدادی مسجد مارٹن کوارٹرز کراچی نمبر ۵

ناشر:- مجلس سہروردیہ کراچی

منقبت امام عالیمقام سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ

از حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ

شاہ است حسین رضؓ
بادشاہ است حسین رضؓ
دیں است حسین رضؓ
دیں پناہ است حسین رضؓ

سر داد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسین رضؓ

صفحۂ تعارف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْہِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ
اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَہِّرَکُمْ تَطْہِیْرًا ۝

(پارہ ۲۲ - سورۃ الاحزاب)

ترجمہ - اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھروالو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرماوے اور تمہیں پاک کرکے خوب ستھرا کردے

حسین رضؓ بن علی رضؓ

اور

یزید رضؓ بن معاویہ

مصنفہ

سید محمد ریاض الدین سہروردی قادری چشتی
خطیب جامع بغدادی مسجد مارٹن کوارٹرز کراچی نمبر ۵

ناشر ـــــــ مجلس سہروردیہ کراچی

(دی سنٹرل پریس کراچی)

حمد و نعت

تمام تعریف اُس خالقِ کائنات کیلئے ہے کہ جو اپنی ذات اور صفات میں یگانہ و یکتا ہے جس نے اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا فرما کر اہلبیت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر ناپاکی کو دور فرما دیا اور انہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دیا۔ اور قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی کی رو سے امت مسلمہ پر آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قرابتداروں کی محبت واجب و لازم کر دی اور انہیں امت میں بلند و بالا مقام عطا فرمایا۔

لامحدود درود و سلام اس ذات اقدس پر کہ جس کا نام نامی و اسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ جو اللہ کا آخری رسول باعث تخلیق کائنات ہے۔ اس پر نبوت و رسالت ختم ہو گئی اس نے آیت تطہیر اور آیت مودّۃ کی احادیث کے ذریعہ سے وہ توضیح و تشریح فرمائی کہ امت اس کے بابرکت اہل بیت اور بلند پایہ قرابتداروں کے صحیح مقام سے آگاہ ہو گئی۔ خدائے بزرگ و برتر کی ان گنت رحمتیں اور برکتیں ان کے اہل بیت اور قرابتداروں رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر نازل ہوں۔ آمین۔ یا رب العٰلمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

نذرانۂ عقیدت

الٰہ العلمین محض تیرے فضل سے تیرا یہ ناچیز بندہ اپنی اس تصنیف کو تیری رضاجوئی اور تیرے محبوب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے لئے اپنے شیخ و مرشد اعلیٰحضرت والا مرتبت مولانا ابوالفیض خواجہ سید قلندر علی شاہ سہروردی رحمۃ اللہ کی وساطت سے ریحانۂ رسولؐ سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی بارگاہ قدس میں بطور نذرانۂ عقیدت پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔ شرف باریابی عطا فرما اور اسے اس کی نجات کا سامان بنا۔

تیرا گناہگا بندہ
ریاض سہروردی عفی اللہ عنہ

حسین علیہ السلام بارگاہ خداوندی میں

نحمدہٗ ونستعینہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اما بعد۔ قال اللہ تبارک و تعالیٰ

وَاِذِ ابْتَلٰی اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ ۝

(سورہ بقرہ پارہ اوّل)

ترجمہ:۔ اور جب ابراہیم کو اس کے رب نے کچھ باتوں سے آزمایا، تو اس نے وہ پوری کر دکھائیں۔ فرمایا میں تمہیں لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں عرض کی اور میری اولاد سے فرمایا میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔

امامت سے نبوت مراد ہے یا تمام لوگوں کا دینی پیشوا ہونا تاکہ تمام ادیان میں آپ کی عزت و عظمت ہو، اور آپ کے بعد تمام شریعتوں میں آپ کے قوانین پر عمل رہے اور ہزارہا انبیاء کے واحد ماجد ہوں۔ لغت میں ہر پیشوا کو امام کہتے ہیں مگر اصطلاح میں دینی پیشوا امام کہلاتا ہے (تفسیر نعیمی)

اللہ کریم کے اس عظیم انعام کو دیکھ کر سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بعض اولاد کیلئے بھی منصب امامت کی درخواست کی تو رب تعالیٰ نے جواب میں فرمایا لا ینال عھدی الظلمین میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔

عہد سے وعدہ امامت مراد ہے اگر امامت سے نبوت مقصود ہو تو معنی یہ ہیں کہ ہماری نبوت فاسقوں کو نہیں ملے گی اور اگر دینی پیشوائی مراد ہو تو معنیٰ یہ ہیں کہ کفار دینی پیشوائی کے مستحق نہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس درخواست کا مطلب یہ تھا کہ الٰہی میری اولاد میں بھی بابرکت لوگ پیدا کرنا تاکہ تیری فرمانبرداری ہمیشہ میرے خاندان میں رہے، اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرماتے ہوئے کہا اچھا تم سے اس کا وعدہ کرتے ہیں لیکن اس اقرار و وعدہ میں تمہاری وہ اولاد شامل نہیں جو بدکار ہو ان کو یہ برکت نصیب نہ ہوگی (تفسیر نعیمی)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ لا ینال عھدی الظٰلمین اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا مقصد یہ ہے کہ "منصب من خواہ نبوت باشد. وخواہ امامت، د

خواہ خلافت باشد و خواہ ولایت بلکہ قضار و اقتدار و احتساب و بادشاہت و امارت و حکومت، ظالماں و فاسقاں را بموجب حکم شرع شریف نباید داد زیرا کہ دریں خدمتہا و منصبہا عدالت و تقویٰ شرط است (تفسیر عزیزی)

ترجمہ:- میرا منصب (عہد) خواہ نبوت و یا امامت خلافت ہو یا ولایت، بلکہ قضار۔ افتار احتساب و بادشاہت اور امارت و حکومت بموجب حکم شرع شریف ظالموں اور فاسقوں کو نہیں دی جائے گی اس لئے کہ ایسی خدمتوں اور منصبوں کے لئے عدالت و تقویٰ شرط ہے۔

آیت بالا کی تفسیر سے یہ واضح ہوگیا کہ منصب نبوت یا امامت و خلافت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صالح اولاد ہی کیلئے ہے۔ وجعلنا فی ذُرّیّتہ النبوّۃ والکتاب سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد جو پیغمبری و کتاب آئی وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں ہوئی یہانتک کہ رسول کائنات پیغمبر آخر الزمان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کی اولاد یعنی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نسل

پاک میں ہوئے۔

سیّدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے ہیں، جناب فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد میں اس نسبت سے حسین رضی اللہ عنہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور نہ صرف صالح ہیں بلکہ سرگروہ صالحین ہیں۔ نبوت تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی البتہ امارت وخلافت و ولایت تا قیامت باقی ہے جو صالحین کیلئے ہے نہ کہ فاسقوں اور فاجروں کے لئے خدا کے نزدیک حضرت حسین کا جو مرتبہ ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ آپ امام المسلمین ہیں، آپ صرف دُنیا ہی میں مسلمانوں کے امام نہیں بلکہ آپ جنت میں بھی اہلِ اسلام و ایمان کے امام ہوں گے۔ جو صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

امام حسینؓ اور اہلبیت رسول

ارشاد خداوندی ہے۔

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا ○ (سورۂ احزاب پارہ ۲۲)

ترجمہ:۔ اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے،

اس آیت کریمہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلبیت کی زبردست فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد چہارم میں اہلبیت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "اولیٰ آنست کہ گفتہ شود اہل بیت، اولاد آنحضرت، و ازواج اوینہ و حسن و حسین رضی اللہ عنہما از ایشاں نند و علی مرتضیٰ نیز از اہل بیت اوست بجہت معاشرت او بنت پیغمبر را۔ افضل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد و ازواج مطہرات حسن و حسین رضی اللہ عنہما اور حضرت علی مرتضیٰ کو اہلبیت کہا جائے۔

علامہ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ " یہ آیت اس بات پر نص ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ان آیتوں میں اہل بیت میں داخل ہیں اس لئے کہ یہ آیت ان ہی کے بارے میں اتری ہے آیت کا شان نزول تو آیت کے حکم میں داخل ہوتا ہی ہے۔ گو بعض کہتے ہیں کہ صرف وہی داخل ہوتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ بھی اور اس کے سوا بھی اور یہ دوسرا قول ہی زیادہ صحیح ہے"۔

علامہ ابن کثیر کی اس عبارت کے آخری جملہ سے جسے وہ زیادہ صحیح قرار دیتے ہیں۔ یہ بات معلوم ہوگئی کہ اہلبیت کا اطلاق صرف ازواج مطہرات پر ہی نہیں ہوتا اہل بیت میں دوسرے حضرات بھی شریک ہیں۔

ازواج مطہرات اہل بیت سُکنی ہیں حضرت فاطمہ زہرا حسن و حسین رضی اللہ عنہم اہلبیت نسبی، بعض حضرات ایسے بھی ہیں کہ جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکمی طور پر اہلبیت میں شامل کیا، جیسا کہ تفسیر ابن کثیر میں حضرت واثلہ بن اسقع کی حدیث سے ثابت ہے۔ فرماتے ہیں " ایک مرتبہ میں حضرت علی رض کے گھر گیا، تو معلوم ہوا کہ آپ حضور کی مجلس

میں گئے ہوئے ہیں. میں ان کے انتظار میں بیٹھا رہا. تھوڑی دیر میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آ رہے ہیں اور آپ کے ساتھ حضرت علی حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم بھی ہیں. دونوں بچے آپ کی انگلی تھامے ہوئے تھے آپ نے حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کو اپنے سامنے بٹھا لیا اور دونوں نواسوں کو اپنے گھٹنوں پر بٹھا لیا اور ایک کپڑے سے ڈھک لیا پھر اسی آیت کو تلاوت کر کے فرمایا اے اللہ یہ ہیں میرے اہل بیت اور میرے اہل بیت زیادہ حقدار ہیں" دوسری روایت میں اتنی زیادتی بھی ہے کہ حضرت واثلہ رضی فرماتے ہیں کہ میں نے یہ دیکھ کر کہا یا رسول اللہ میں بھی آپ کی اہل بیت میں سے ہوں. آپ نے فرمایا ہاں تو بھی میری اہل بیت میں سے ہے. حضرت واثلہ رضی فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان میرے لئے بہت ہی بڑی امید کا ہے. ایک اور روایت میں حضرت واثلہ رضی فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک سب سے زیادہ میرا مضبوط عمل یہی ہے؟

اس حدیث سے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کا اہل بیت رسول علیہ السلام میں شامل ہونا ثابت ہوتا ہے اسی

طرح حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے بارہ میں بھی ایک حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی کسی ایسے ہی موقع پر اپنی اہلبیت میں شامل کیا تھا. مگر حضرت واثلہؓ اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہما اہلبیت حکمی میں داخل ہیں۔ اہل بیت سکنی یا اہل بیت نسبی میں ان کا شمار نہیں ہوتا.

غرض اس بحث سے صرف یہ ہے آیت تطہیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سکنی یعنی ازواج مطہرات اور اہل بیت نسبی یعنی سیدہ فاطمۃ زہرا اور ان کی اولاد حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما سبھی شامل ہیں۔ جن کو خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ بشارت دی گئی ہے کہ اے نبی کے گھر والو اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر ناپاکی دُور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔

تفسیر کنز العرفان میں ہے کہ اس آیت میں اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیحت فرمائی گئی ہے کہ وہ گناہوں سے بچیں اور تقویٰ پرہیزگاری کے پابند رہیں، گناہوں کو ناپاکی سے اور پرہیزگاری کو پاکی سے استعارہ فرمایا گیا، اس طرز کلام سے مقصود یہ ہے کہ ارباب عقول کو گناہوں سے نفرت دلائی

جائے اور پرہیزگاری کی ترغیب دی جائے۔"

شبیر احمد صاحب عثمانی مرحوم اس آیت کی شرح میں لکھتے ہیں۔
یعنی اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ نبی کے گھر والوں کو ان احکام پر عمل کرا کر خوب پاک وصاف کردے اور ان کے رُتبہ کے موافق ایسی قلبی صفائی اور اخلاقی ستھرائی عطا فرمائے جو دوسروں سے ممتاز وفائق ہو جس کی طرف یُطَهِّرَكُمْ کے بعد تطہیرًا بڑھا کر اشارہ فرمایا یہاں تطہیر سے مراد تہذیب نفس۔ تصفیۂ قلب اور تزکیہ باطن کا وہ اعلیٰ مرتبہ مراد ہے جو اولیاء اللہ کو حاصل ہوتا ہے۔ اور جس کے حصول کے بعد وہ انبیاء کی طرح معصوم تو نہیں بن جاتے ہاں محفوظ کہلاتے ہیں۔"

عثمانی صاحب اہلبیت کے سلسلہ میں رقمطراز ہیں" اہلبیت میں اس جگہ ازواج مطہرات کا داخل ہونا یقینی ہے بلکہ آیت کا خطاب اولاً انہی سے ہے لیکن چونکہ اولاد و داماد بھی بجائے خود اہلبیت (گھر والوں) میں شامل ہیں بلکہ بعض حیثیات سے وہ اس لفظ کے زیادہ مستحق ہیں، جیسا کہ مسند احمد میں احق کے لفظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس لئے آپ کا حضرت فاطمہ علی، حسن وحسین رضی اللہ عنہم کو ایک چادر میں لیکر اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ

اَھلُ بَیتِیْ وغیرہ فرمانا یا حضرت فاطمہؓ زہرا کے مکان کے
کے قریب گزرتے ہوئے الصَّلٰوۃُ اھل البیت یُرِیْدُ
اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عنکمُ الرِّجْسَ سے خطاب کرنا اس
حقیقت کو ظاہر کرنے کے لئے تھا کہ گو آیت کا نزول بظاہر ازواج
کے حق میں ہوا اور انہی سے تخاطب ہو رہا ہے مگر یہ حضرات
بھی بطریق اولیٰ اس لقب کے مستحق اور فضیلت تطہیر کے اہل
ہیں۔ باقی ازواج مطہرات قرآن کی اولین مخاطب تھیں اس لئے
ان کی نسبت اس قسم کے اظہار اور تصریح کی ضرورت نہیں
سمجھی گئی؟

آیت تطہیر کی ان تشریحات کے بعد یہ معلوم ہو گیا کہ
حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اہل بیت رسول علیہ السلام
سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہر برائی سے پاک صاف کر دیا ہے
انہیں تہذیب نفس، تصفیۂ قلب اور تزکیۂ باطن کا وہ اعلیٰ
مقام عطا فرمایا ہے جو دوسروں سے بہر حال ممتاز و فائق
ہے۔ یہ مقام حاصل کر کے وہ انبیا علیہم السلام کی طرح معصوم
تو نہیں بن گئے۔ البتہ گناہوں سے محفوظ ضرور ہیں۔ کیونکہ آپ
اللہ کے ولی اور اولیاء اللہ کے مقتدا و پیشوا ہیں۔ یزید بن

معاویہؓ کے بارے میں جو لوگ آپ کی ذات گرامی پر حرف گیری کرتے ہیں ان کی طرف سے یہ بڑی زیادتی ہے۔ ایسے لوگ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا کیا بگاڑ سکتے ہیں، البتہ اپنی دنیا اور اپنی آخرت خراب کرتے ہیں۔ اللہ کریم ہدایت بخشے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب کی فضیلت

رب العزت کا فرمان ہے۔

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَھُمْ یَوْمَئِذٍ وَّ لَا یَتَسَآءَلُوْنَ۔ (پارہ ۱۸ سورۂ مومنون)

تو جب صور پھونکا جائے گا تو نہ ان میں رشتے رہیں گے، اور نہ ایک دوسرے کی بات پوچھے۔

تفسیر حسینی میں ہے "اس دن یعنی قیامت کے دن نسب نہ ہوں گے درمیان ان کے یعنی علاقہ نسب کا منقطع ہو جائیگا اور کسی ذی رحم کو کسی اپنے پر رحم نہ ہوگا۔ یوم یفر المرء من اخیہ وامہ وابیہ یا وہ نسب کہ آج کے دن اس کے سبب سے باہم فخر کرتے ہیں۔ قیامت کے دن نفع کا

سبب نہ ہوگا۔ کیونکہ اس روز نسبت صحیح چاہیئے نہ نسب
صریح اِنَّ اَکرَمَکُمْ عِندَ اللّٰہِ اَتقٰکُمْ تفسیر کنز العرفان
میں ہے۔" اس دن آپس کے نسبی تعلقات منقطع ہو جائینگے۔
اور قرابت کی محبتیں باقی نہ رہیں گی اور حال یہ ہوگا کہ آدمی اپنے
بھائی، ماں باپ، بیوی اور بیٹوں سے بھاگے گا۔

تفسیر ابن کثیر اسی آیت کی شرح میں تحریر ہے۔" جب
جی اُٹھنے کا صور پھونکا جائے گا۔ اور لوگ اپنی قبروں سے زندہ
ہو کر اُٹھ کھڑے ہوں گے اس دن نہ تو رشتے ناتے باقی
رہیں گے نہ کوئی کسی سے پوچھے گا نہ باپ کو اولاد پر شفقت
ہوگی نہ اولاد باپ کا غم کھائے گی عجب آپا دھاپا ہوگی"
غرض یہ کہ قیامت کے دن نہ کسی کا رشتہ کام آئے گا۔ نہ کسی
کا نسب۔ نسب اور رشتے سب ٹوٹ جائیں گے۔ مگر رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب اور رشتہ جس طرح دُنیا
میں نفع بخش ہے اسی طرح آخرت میں بھی ہوگا۔ تفسیر ابن کثیر
میں ہے!" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔
فاطمہ رضؓ میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے۔ جو چیز اسے ناخوش
کرے وہ مجھے بھی ناخوش کرتی ہے اور جو چیز اسے خوش کرے

وہ مجھے بھی خوش کرتی ہے قیامت کے روز سب رشتے ناتے ٹوٹ جائیں گے۔ لیکن میرا نسب، میرا سبب اور میری رشتہ داری نہ ٹوٹے گی"

مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ممبر پر فرمایا لوگوں کا کیا حال ہے کہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رشتہ بھی آپ کی قوم کو کوئی فائدہ نہ دے گا۔ بخدا میرا رشتہ دنیا اور آخرت میں ملا ہوا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

مسند امیرالمؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ میں، ہم نے کئی سندوں سے یہ روایت وارد کی ہے۔ کہ جب آپ نے ام کلثوم بنت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا تو فرمایا کرتے تھے۔ واللہ مجھے اس نکاح سے صرف یہ غرض تھی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ہر سبب و نسب قیامت کے دن کٹ جائے گا مگر میرا نسب اور سبب (یعنی یہ منقطع نہ ہو گا) تفسیر ابن کثیر۔

ابن عساکر میں ہے کہ حضور نے فرمایا کل رشتے ناتے اور سسرالی تعلقات بجز میرے ایسے تعلقات کے قیامت کے

دن کٹ جائیں گے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی جہاں میرا نکاح ہوا ہے اور جس کا نکاح میرے ساتھ ہوا ہے وہ سب جنت میں بھی میرے ساتھ رہیں تو خدا تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی (تفسیر ابن کثیر)

شبیر احمد صاحب عثمانی اس آیت کی شرح میں لکھتے ہیں

"بعض احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن سارے نسب اور دامادی کے تعلقات منقطع ہو جائیں گے (یعنی کام نہ دیں گے) اِلّا نسبی و صہری بجز میرے نسب اور صہر کے۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کے تعلقات عموم سے مستثنیٰ ہیں۔ اس حدیث کو سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ام کلثوم رضؓ بنت علی رضؓ ابی طالب سے نکاح کیا اور چالیس ہزار درہم مہر باندھا۔"

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبی تعلق ہے جو دُنیا اور آخرت دونوں سے ملا ہوا ہے۔ اس رشتہ سے امام حسین رضی اللہ عنہ کو جو دُنیا میں نفع پہنچا وہ روز روشن کی طرح واضح ہے۔ حضور علیہ السلام کی وجہ سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو دُنیا میں منصب

امارت حاصل ہوا۔ خدا کے محبوب بنے!

اللہ تعالیٰ نے ان کی محبت اہل اسلام پر واجب کر دی
قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ
اس محبت پر نص صریح ہے۔ نمازوں میں آل محمد پر درود و سلام پڑھنا سنت ہو گیا کہ اس کے بغیر نماز ناقص رہے گی۔ حضور علیہ السلام کی نسبت ہی کی وجہ سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ مسند ولایت پر جلوہ افروز ہوئے اور اہل محبت و ولایت کے قبلہ و کعبہ ٹھہرائے گئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ کے حضور دعا کی کہ اے خدا میں حسینؓ کو دوست رکھتا ہوں تو بھی انہیں دوست رکھ اور ان کو بھی جو انھیں دوست رکھیں، خدا اور رسول علیہ السلام کے محبوب بن جانے کی وجہ سے امام حسین رضی اللہ عنہ سے امت کے خاص و عام نے اُن سے محبت کی اور ان کے اعزاز و اکرام میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا۔ اور اس طرح یہ بھی خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب بن گئے اور دین و دُنیا میں بلند مقامات اور ارفع درجات حاصل کئے۔

آخرت میں امام حسین رضی اللہ عنہ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسبی تعلق ہی کی بنا پر بہشتی نوجوانوں کی سرداری حاصل ہو گی۔ الغرض سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ دنیا میں بھی اہل ایمان کے سردار اور آخرت میں بھی اہل ایمان کے بہشت میں سردار ہوں گے۔ یہی ایک صحیح نسبت ہے کہ اس کے باقی رہنے سے قیامت کے دن مسلمان خدا اور رسول علیہ السلام کی توجہ کے مستحق ہوں گے انہیں اور تو کوئی رشتہ ناتہ نفع نہ پہنچائے گا۔ اس لئے کہ ہر نسب اور ہر رشتہ ناتہ اس دن کٹ جائے گا۔ مگر حسین علیہ السلام کی محبت کا رشتہ منقطع نہ ہو گا۔ یزید بن معاویہؓ کو بروز قیامت اس کا اپنا نسب کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا۔ یوم یفر المرء من اخیہ وامہ وابیہ کے تحت نسبی اور قرابتی محبتیں ٹوٹ جائیں گی ہر آدمی اپنے بھائی ماں باپ بیوی اور بیٹوں سے فرار اختیار کرے گا۔ یہانتک کہ یزید اس وقت بھی اپنے نسب و قرابت کی توجہ سے محروم رہیگا جبکہ قیامت کے دن اہل اسلام کو اپنے نسبی تعلق سے نفع بھی حاصل ہو گا۔ اس لئے کہ یزید نے ان سے دشمنی کی ہے جن سے خدا اور اس کے رسول علیہ السلام اور ایمان والوں نے محبت کی ہے۔

امام حسینؓ بارگاہِ رسالت میں

عبدالرحمٰن بن ابی نعم سے روایت ہے کہ کسی عراقی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ اگر محرم کسی مکھی کو مار ڈالے تو اس کا کیا حکم ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ اہل عراق محرم کے مکھی مارنے کی سزا پوچھتے ہیں حالانکہ انہوں نے پیغمبر علیہ السلام کی صاحبزادی (حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہ) کے بیٹے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے متعلق فرمایا هُمَا رَيْحَانِي مِنَ الدُّنْيَا حسن وحسین رضی اللہ عنہما دنیا میں میرے دو پھول ہیں (مشکوٰۃ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے جواب کا مقصد یہ ہے کہ عراق والے محرم کے مکھی مارنے کی سزا تو دریافت کرتے ہیں گیا انہیں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے شہید کرنے کی سزا کا احساس نہیں، حالانکہ حضرت حسینؓ دنیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک پھول ہیں۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا انہوں نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی حضرت فاطمہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کے متعلق فرمایا "انا حرب لمن حاربھم وسلم لمن سالمھم" میں اس سے جنگ کرنے والا ہوں جو ان سے جنگ کرے اور صلح کرنے والا ہوں جو ان سے صلح کرے (مشکوٰۃ)

یہ حدیث یزید اور یزیدیوں کے لئے کھلا چیلنج ہے۔ انہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم اور ان کے مقدس ساتھیوں سے جنگ کی اس جنگ کے ذریعہ سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں آ گئے۔ بھلا جن سے اللہ کا رسول جنگ کرنے کے لئے تیار ہو جائے ان کی بدبختی کی کیا حد ہو سکتی ہے؟ ایسے لوگوں کی دنیا بھی خراب اور آخرت بھی خراب العیاذ باللہ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سیّدا شباب اَھْلِ الْجنۃ حسن و حسین رضی اللہ عنہما بہشتی جوانوں کے سردار ہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں :-

مراد آنست کہ ایشاں سید اہل الجنۃ اند زیراکہ اہل جنت ہمہ جوانانند لیکن تخصیص کنند بغیر انبیاء و خلفائے راشدین، یعنی حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما سوائے انبیاء اور خلفائے راشدین کے تمام اہل جنت کے سردار ہیں اور اہل جنت سب کے سب جوان ہوں گے۔

یزید اور یزیدی آل رسول علیہ السلام سے دشمنی کرنے کی وجہ سے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی سرداری سے دنیا و آخرت دونوں ہی محروم ہو گئے۔ نہ جنت میں جائیں گے نہ حسنین کریمین کی سرداری نصیب ہو گی۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شب میں کسی کام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، حضور اس حال میں باہر تشریف لائے کہ آپ اپنی چادر مبارک میں کوئی چیز لپیٹے ہوئے ہیں، میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیا چیز ہے جسے آپ چادر سے لپیٹے ہوئے ہیں، میری اس گزارش پر آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر کھول دی فاذا الحسنؓ والحسینؓ
علیٰ ورکیہ پس ناگاہ ہم نے آپ کے دونوں سمت
حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو دیکھا (جنہیں ایک متاع نفیس
کی طرح چادر شریف میں چھپا لیا گیا تھا) فرمایا ھٰذٰن ابنای
وابنا ابنتی یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور یہ میری بیٹی (حضرت
فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا) کے بیٹے ہیں پھر فرمایا اللّٰھُمّ انی
احبھما فاحبھما واحب من یحبھما الٰہی میں ان دونوں
کو دوست رکھتا ہوں تو بھی ان دونوں کو دوست رکھ اور
اسے بھی دوست رکھ جو ان دونوں کو دوست رکھے (مشکوٰۃ)

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
اس حدیث مبارک کی شرح میں ارشاد فرماتے ہیں ازاینجا
معلوم میشود ابن بنت ابن است چنانکہ ابن ابن ودریں
ثبوت شرف نسب است از جانب مادر وحجت برآں
قول خداوند است ذُرِّیَّۃً بَعْضُھَا مِن بَعْضٍ
اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بیٹی کا بیٹا بیٹا ہی کہلاتا ہے
جیسے کہ بیٹے کا بیٹا، نیز اس حدیث سے ماں کی طرف
سے نسب کی بزرگی کا ثبوت ملتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے

قول ذریۃ بعضہا من بعض پر حجت ہے.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ آپ کے گھر والوں میں کون سب سے زیادہ آپ کو محبوب ہے قال الحسن و الحسین فرمایا حسن و حسین رضی اللہ عنہما، حضرت انس رض فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے فرمایا کرتے تھے ادعی لی ابنائی فیشمہما ویضمہما الیہ میرے دونوں بیٹوں کو بلاؤ پس حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو آپ سونگھتے (جیسے کہ پھولوں کو سونگھا کرتے ہیں، کیوں نہ ہو دونوں صاحبزادے دنیا میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پھول ہیں) اور اپنے جسم اطہر کے ساتھ ملاتے (مشکوٰۃ)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ممبر پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما سرخ قمیض زیب تن کئے تشریف لائے چونکہ دونوں صاحبزادے کمسن تھے۔ اس لئے بچوں کی طرح ان کے قدوم میمنت لزوم لڑکھڑاتے

اور وہ گر پڑتے، یہ دیکھ کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ممبر سے نیچے اُتر آئے۔ دونوں صاحبزادوں کو اٹھا لیا اور اپنے سامنے بٹھا لیا پھر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا تمہارے اموال اور تمہاری اُولاد محل آزمائش ہے۔ میں نے ان دونوں بچوں کو دیکھا جو راستہ چلتے تھے اور گر گر پڑتے تھے فلم اصبر حتیٰ قطعت حدیثی پس میں صبر نہ کر سکا حتیٰ کہ میں نے اپنا سلسلہ کلام منقطع کر دیا۔ اور دونوں کو زمین سے اٹھا لیا۔ (مشکوٰۃ)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ پند و نصیحت اور احکام اوامر و نواہی کے بیان میں تھا۔ جسے آپ نے تھوڑی دیر کے لئے بند کر دیا۔ آخر میں فرماتے ہیں کہ مارا مجال تکلم در احوال شریف نیست واللہ اعلم بحقیقت حال حبیبہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال شریف میں دم مارنے کی مجال نہیں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کے احوال شریفہ کی حقیقت کو سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

سبحان اللہ! رسول کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے لڑکھڑانے اور گرنے کی تکلیف کو بھی رقت و رحمت و شفقت کی بنا پر برداشت نہیں کر سکے، یزیدیوں کے ہاتھوں میدان کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں پر جو ظلم و تشدد کیا گیا، اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا گزری ہوگی! اس کا ثبوت حضرت سلمیٰ زوجہ ابو رافع رضی اللہ عنہا کی حدیث سے ملتا ہے۔ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ میں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی میں نے دیکھا کہ وہ رو رہی تھیں، میں نے رونے کا سبب پوچھا۔ فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، آپ کا سر مبارک اور داڑھی مبارک خاک میں آلودہ تھی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیا ہوا؟ قال شھدت قتل الحسین انفا، ارشاد فرمایا، حاضر شدم کشتن حسین راکنوں یعنی میں ابھی قتل حسین پر حاضر ہوا۔

حضرت شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں، کہ اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت ام المومنین ام سلمہ

رضی اللہ عنہا کی وفات ۵۹ھ میں ہوئی، اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ۶۱ھ میں شہید ہوئے تو اس حدیث میں "انفا" جس کے معنی "ابھی ابھی" ہیں۔ کیونکر درست ہو سکتا ہے؟ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ بعض لوگ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی وفات ۶۲ھ بتاتے ہیں اگر یہ قول درست ہے۔ تو کوئی اشکال نہیں وبقول او نیز اشکالے ندارد چہ تواند کہ پیش از وقوع آں واقعہ را در خواب ایشاں نمودہ باشند و آنفا گفتن باعتبار تحقق اوست در آنوقت۔ فرماتے ہیں کہ حضرت ام سلمہؓ کے قول میں بھی کوئی اشکال و تردد نہیں۔ اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ اس واقعہ (شہادت حسینؓ) سے قبل ہی انہیں (حضرت ام سلمہؓ) یہ واقعہ دکھا دیا گیا ہو اور انفا فرمانا اس وقت میں ان کے تحقق کے اعتبار سے ہے۔

اس حدیث سے مقتل حسینؓ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حاضر ہونا اور سر و ریش مبارک پر گرد و غبار کا نظر آنا شہادت حسینؓ سے آپ کا انتہائی طور پر غمناک ہونا ظاہر ہوتا ہے۔

حضرت یعلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلحُسَینُ مِنّی وَاَنَا مِن حُسَین حسینؓ مجھ سے ہے اور میں حسینؓ سے ہوں اَحَبَّ اللہُ مَن اَحَبَّ حُسَیناً خدا اسے دوست رکھے جو حسینؓ کو دوست رکھتا ہے حُسَینٌ سِبطٌ مِّنَ الاَسبَاطِ حسینؓ اسباط سے ایک سبط ہے۔

حضرت شیخ محدث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تسمیہ حسین بہ سبط اشارت است بانکہ منشعب میگردد از نسل وے خلق کثیر۔ حضرت حسینؓ کو سبط فرمانا یہ اس طرف اشارہ ہے کہ آپ کی نسل سے کثیر مخلوق پیدا ہو گی" انہی کو سادات کہا جائیگا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضرت حسنؓ سینہ سے سر تک، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ ہیں اور حضرت حسینؓ سینہ سے نیچے تک آپ کے مشابہ ہیں۔

حضرت شیخ محدث رحمۃ اللہ فرماتے ہیں" گویا ہر دو ایں شاہزادہ مجموعہ آں حضرت بودند وجود شریف آں حضرت قسمت یافتہ بود میان ہردو۔" یعنی دونوں شاہزادے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مجموعہ ہیں، اور آپ کا وجود باجود دونوں میں تقسیم ہو گیا تھا۔

امام حسین رضؓ علمائے اسلام کی نظر میں

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قُلْ لَّا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی

کہدیجئے کہ میں اس (تبلیغ) پر تم سے کسی اجر کا طالب نہیں مگر قرابتداروں میں دوستی، یہ آیت شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابتداروں سے دوستی کے لئے نص صریح ہے۔ اور اس آیت مبارکہ کی روشنی میں اہل اسلام پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابتداروں کی دوستی واجب ہے

بعض لوگ کہتے ہیں کہ قربیٰ سے مراد ہر شخص کے اپنے قرابتدار ہیں اگر یہی مراد ہو تب بھی اپنے رشتہ داروں کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار مسلمانوں کی دوستی کے زیادہ حقدار ہیں۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ خداوند قدوس اپنے محبوب کی زبان فیض ترجمان سے یہ حکم تو دے کہ اے محبوب کہہ دیجئے کہ میں اس تبلیغ کا تم سے کچھ معاوضہ نہیں چاہتا۔ البتہ اپنے رشتہ داروں سے دوستی کرو کہ یہی میری تبلیغ کا اجر ہے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے

رشتہ دار اس محبت سے مستثنیٰ قرار دیدیئے جائیں۔

صحیح احادیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے محبت اور دوستی کرنے کا حکم تو ثابت ہو چکا اب قرآن حکیم سے بھی اس کا بیّن ثبوت مل گیا۔ یہی وجہ ہے کہ زمانۂ رسالت سے لیکر آج تک علمائے اسلام نے مسلمانوں کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں سے دوستی کرنے کی ترغیب دی اور اس کے ظاہری و باطنی نفع سے عوام و خواص کو آگاہ کیا۔ یہ سلسلہ انشاء اللہ اسی طرح تا قیامت جاری رہے گا۔ اہل ایمان اہلبیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کر کے خدا اور رسول علیہ السلام کی محبت حاصل کرتے رہیں گے اور بدباطن لوگ ان کے خلاف لب کشائی کر کے اپنی دنیا اور اپنی عاقبت خراب کرتے رہیں گے۔

اہل بیت سادات کے اعزاز و اکرام اور ان سے محبت و دوستی کی چند روایات مخدوم صلاح الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے کی قدیم کتاب جوہر ایمان سے دستیاب ہوئی ہیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی بڑے

پایہ کے بزرگ عالم تھے جن کی وفات ۸۴۸ھ میں بمقام جونپور ہوئی
ان کا حال محقق و محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب
اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ قاضی صاحب سادات میں سے ایک
مرد بزرگ سید اجمل سے جو ناخواندہ تھے نزاع کیا کرتے تھے
اور اپنے آپ کو افضل کہا کرتے تھے سید اجمل صاحب کو قاضی
صاحب کے اس طرز عمل پر ناگواری ہوئی ۔ تو ایک شب کو قاضی
صاحب نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ
آپ تنبیہ فرماتے ہیں کہ تو سید اجمل سے معافی مانگ ۔ قاضی
صاحب نے سید صاحب سے معافی مانگی اور سادات کے فضائل
میں ایک رسالہ "مناقب السادات" لکھا ۔ قاضی صاحب
اس رسالے میں فرماتے ہیں کہ جب آیت مودۃ یعنی قل لا
اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ نازل
ہوئی ۔ تو صحابہ کرام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض
کیا کہ حضور آپ کے وہ کون سے قرابتدار ہیں کہ جن کی محبت
خدا تعالیٰ نے ہم مسلمانوں پر واجب فرمائی آپ نے فرمایا کہ وہ
میری بیٹی فاطمہ رضؓ ہے اور اس کے شوہر علیؓ بیٹے حسنؓ اور حسینؓ ہیں
شیخ احمد بخاری فرماتے ہیں کہ جس کو اولاد رسول

علیہ السلام سے طبعی محبت ہے تو یہ عین عنایت خدا ہے اگرچہ وہ گناہگار ہی کیوں نہ ہو، اگر محبت طبعی نہ ہو تو محبت اختیاری کرو جو اپنی کوشش اور دوسرے کی ترغیب سے حاصل کی جاتی ہے اگر کوئی کہنے سے بھی ان کی محبت و معرفت حاصل نہ کرنا چاہے تو یہ جان لو کہ وہ خدا کی رحمت سے دور ہے اگرچہ وہ صبح و شام خدا کی عبادت کرتا ہو اور کل علموں کا عالم ہو گیا ہو۔

حضرت شیخ فریدالدین رحمۃ اللہ علیہ کی اگر کوئی دعوت کرتا تو آپ فرماتے کہ میں اس شرط پر تیری دعوت قبول کرتا ہوں کہ سادات کی تعظیم و تکریم کرنا، ان کی حقارت اور توہین کرنے سے پرہیز کرنا۔ شیخ موصوف سادات کے ساتھ خالص ارادت رکھنے سے قطب زمانہ مشہور ہوئے۔ کتاب "شرف النبوۃ" حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نواسوں (حسنؓ و حسینؓ) کے ہاتھ پکڑ کر اصحاب سے فرمایا کہ جو کوئی دل سے ان کی اور ان کے ماں باپ کی اطاعت و محبت کرے گا، وہ میرے ساتھ بروز قیامت میرے درجہ جنت میں ہوگا پھر فرمایا طوبیٰ لِمَنْ مات فی حبنا وحب اھل

بیتنا او قتل فلہُ الجنۃ جو میری اور میرے اہل بیت کی محبت میں مرے یا قتل ہو، اس کے لئے جنت ہے۔ تفسیر کشاف اور دستور الحقائق میں ہے کہ سادات کے پیچھے چلو ان کو اپنے سے بہتر جگہ بٹھاؤ خواہ وہ ناخواندہ کیوں نہ ہوں۔

فقہا نے کہا ہے کہ سیادت کا شرف فسق و فجور کرنے سے زائل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ شرف ہمارے نبی کی نسل سے پہنچا ہے سادات کے علاوہ دیگر لوگوں کا شرف گناہ کرنے سے زائل ہو جائے گا۔

حضرت شیخ سعدی شیرازی سہروردی رحمۃ اللہ کا ارشاد ہے:۔

سادات نور دیدۂ اعیان عالم اند ؛ از عزت محمدؐ و از حرمت علیؓ
گر خوردۂ از ایشاں صادر شود چہ باک ؛ نتواں برید حرمت ایشاں ز جاہلی
از بہر آنکہ خواجہ کونین گفتہ است الصالحون للہ والطالحون لی

سادات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حرمت سے بڑے لوگوں سے ہیں۔ اگر ان سے کوئی خطا ہو جائے تب بھی ان کی تعظیم کرو کیونکہ خطا صادر ہو جانے کی وجہ سے ان کی حرمت زائل نہیں ہو سکتی

اس لئے کہ خواجہ کونین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سادات میں جو نیک ہیں ان کا اکرام خدا کے لئے کرو اور جو نیک نہیں ہیں ان کا احترام میری خاطر سے کرو۔

حضرت نظامی گنجوی فرماتے ہیں:-

سادات افضل اند دگر وصف شان جلی :: اولاد مصطفیٰ و جگر گوشہ علیؓ
بر فعل شان نظر مکن اے حرز جاہلی :: الصالحون للہ والطالحون لی

سادات افضل ہیں اور ان کی شان بالکل ظاہر ہے وہ اولاد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جگر گوشہ اے جاہل ان کے فعل پر نظر نہ کر ان میں جو صالح ہیں ان کی تعظیم اللہ کے لئے کر اور جو صالح نہیں ان کا اکرام آنحضرت علیہ السلام کی خاطر سے کر۔

امام محمد حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ تمام شب بیداری کرتے تھے اور دن میں روزہ رکھتے تھے اور بغرض نیت زیارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اولاد میں سے حضرت امام باقر علیہ السلام کی قبر کی زیارت کرنے مقبرہ پر جا شب گشتی کرتے، وہاں کے مجاوروں کو کچھ دیا کرتے، اس عمل کی برکت

سے وہ امام اعظم اور سراج عالم کہلائے۔

ایک مرتبہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ وعظ فرما رہے تھے۔ اثنائے وعظ میں کئی مرتبہ کھڑے ہوئے اور بیٹھ گئے، بعد فراغت لوگوں نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ ایک سید زادہ کھیل رہا تھا جب وہ میرے سامنے آتا تو میں اسے دیکھ کر کھڑا ہو جاتا تھا جب وہ سامنے سے ہٹ جاتا تو میں بیٹھ کر وعظ کہنے میں مصروف ہو جاتا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے باپ شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ شیخ امان اللہ پانی پتی اپنے طالب علموں کو پڑھایا کرتے اور جب کوئی سید زادہ کھیلتے ہوئے سامنے آجاتا تو فوراً کھڑے ہو جاتے، اور جب تک وہ سامنے رہتا برابر کھڑے رہتے لوگوں نے سبب پوچھا تو جواب دیا کہ مجھ سے یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اولادِ رسول علیہ السلام کھڑی رہے اور امان اللہ اس کے سامنے بیٹھا رہے۔

ایک مرتبہ سلطان ابواللیث اپنا لشکر کثیر دیکھ کر اس نیت سے رو دیا کہ کاش میں اس لشکر کو لے کر اپنے امام حسینؓ

مظلوم کی کربلا میں مدد کرتا اور فدا ہو جاتا۔ پس اس شہر کے کسی بزرگ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں کہ بادشاہ سے بعد سلام کہدو کہ تیری نیت سے ہم کو اطلاع ہو گئی تیرے لئے جنت کی بشارت ہے۔

یہ بیان حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی اس حدیث پر ختم کیا جاتا ہے کہا انہوں نے کہ فرمایا رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِنِّی تَارِکٌ فِیْکُمْ مَا اِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِہٖ لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ کِتَابَ اللّٰہِ حَبْلٌ مَّمْدُوْدٌ مِّنَ السَّمَاءِ اِلَی الْاَرْضِ وَعِتْرَتِیْ اَھْلُ بَیْتِیْ وَلَنْ یَّتَفَرَّقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ فَانْظُرُوْا کَیْفَ تَخْلُفُوْنِیْ فِیْھِمَا (مشکوٰۃ)

میں تم میں ایک چیز چھوڑتا ہوں اگر تم اسے مضبوطی سے تھام لو تو میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ وہ چیز کتاب اللہ ہے۔ جو ایک دراز رسی کی طرح ہے آسمان سے زمین کی طرف اور میری عترت جو میرے اہلبیت ہیں کتاب اللہ اور میری عترت کبھی جدا نہ ہوں گی۔ یہاں تک کہ دونوں حوض کوثر پر میرے پاس لوٹ آئیں۔ پس غور کرو کہ کتاب اور عترت میں

تم میرے کیسے خلیفے ہو گے یعنی دونوں سے کیا سلوک کرو گے۔؟

ایک حدیث میں آپ نے اپنے اہل بیت کو نوح علیہ السلام کے سفینہ کی مانند فرمایا۔ ان احادیث میں مسلمانوں کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ کتاب اللہ یعنی قرآن مجید اور اہل بیت رسول علیہ السلام کے ساتھ بہت قریبی تعلق رکھو اور انہیں مضبوطی سے پکڑے رہو۔ کہ اس عمل سے قیامت تک گمراہ ہونے سے بچے رہو گے۔ کتاب اللہ ہی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابداروں سے محبت و دوستی کا حکم بھی دیا گیا ہے۔ اور کتاب اللہ ہی میں رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر والوں کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ جن لوگوں نے قرآن مجید کو چھوڑ دیا انہوں نے عترت رسول علیہ السلام کو بھی چھوڑ دیا۔ اس طرح وہ گمراہ ہو گئے۔ انہوں نے کتاب اللہ اور عترت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منہ موڑ کر یزید اور یزیدیوں کی قصیدہ خوانی شروع کر دی۔ یزید کو عترت رسول علیہ السلام پر ترجیح دینے لگے اسے خلیفہ و امام بنا بیٹھے اور امام حسین علیہ السلام کو معاذ اللہ باغی کہنے اور ان کے جہاد فی سبیل اللہ

کو اقتدار کی جنگ قرار دینے لگے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما کر اپنا حقِ تبلیغ ادا فرما دیا کہ اگر تم نے کتاب اللہ اور میری عترت کو مضبوطی سے پکڑے رکھا تو میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے، مگر یزید کے بہی خواہوں نے کتاب اللہ اور عترتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر گمراہ ہی ہونا پسند کیا اللہ کریم مسلمانوں کو اس ضلالت اور رذالت سے محفوظ رکھے۔

حضرت امیر معاویہ رضؓ اور احترامِ اہلبیت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ اصحاب رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت (گھر والوں) کا احترام کرتے تھے اور انہیں ہر طرح معزز و محترم جانتے تھے اس لئے کہ اہل بیت نبوی کی فضیلت قرآن حکیم نے واضح طور پر بیان کر دی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث کے ذریعہ اسکی پوری تشریح فرما دی تھی، صحابہ رضؓ کتاب و سنت کو سب سے زیادہ جاننے اور اس کے مطابق عمل کرنے والے تھے چنانچہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اہلبیت کی تعظیم و تکریم کرنے میں کسی سے پیچھے نہ تھے، وہ جلیل القدر صحابی تھے، کاتب وحی

بھی رہے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرال کی طرف سے رشتہ دار بھی تھے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ کی ہمشیرہ صاحبہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں تھیں اور آپ کے اہل بیت میں شامل تھیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اگر اہلبیت رسول علیہ السلام کا اعزاز و اکرام کرتے تھے تو انہوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی المرتضٰی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے جنگیں کیوں کیں؟ حالانکہ حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہما دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلبیت شمار ہوتے ہیں۔

اس کا جواب ہم علمائے اسلام اور مؤرخین کرام سے دریافت کرتے ہیں۔ امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ اس سلسلہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

اصحاب پیغمبر علیہ السلام سب کے سب عدول ہیں اور جو کچھ ان کی تبلیغ سے ہم کو پہنچا ہے اور ان کی سنت سب صحیح اور

پر حق ہے۔ اور وہ لڑائی جھگڑے جو حضرت امیرؓ (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کی خلافت کے وقت ان کے درمیان واقع ہوئے ہیں وہ ہوا و ہوس حب جاہ اور ریاست کے باعث نہ تھے بلکہ اجتہاد و استنباط کے سبب تھے خواہ کسی کے اجتہاد میں خطا ہو اور اس کا استنباط صواب سے دور ہو علمائے اہل سنت والجماعت کے نزدیک ثابت ہے کہ ان لڑائی جھگڑوں میں حضرت امیر حق پر تھے اور ان کے مخالف خطا پر لیکن یہ خطا جس کا منشا اجتہاد ہے طعن و ملامت سے دور ہے۔ امیرؓ کے مخالفوں کو لعن طعن کرنا زیادتی ہے جس کا کچھ فائدہ نہیں بلکہ اس سے ضرر کا احتمال ہے۔ کیونکہ سب پیغمبر علیہ السلام کے اصحاب ہیں جن میں سے بعض کو جنت کی خوشخبری ہے اور بعض بدری یعنی جنگ بدر والے جو بخشے ہوئے ہیں اور آخرت کا عذاب ان سے دور ہو چکا ہے جیسا کہ صحیح حدیثوں میں آچکا ہے اطلع اللّٰہُ علی اھل بدرٍ فقال اعْمَلُوا ما شِئْتُمْ فَاِنِّی قد غَفَرْتُ لَکُمْ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کے حال پر واقف ہو کر فرمایا کہ جو کچھ چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا اور بیعت رضوان سے مشرف ہوئے جن کے

حق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان میں سے کوئی بھی دوزخی نہیں ہوگا۔ بلکہ علمائے نے فرمایا کہ قرآن مجید سے مفہوم ہوتا ہے کہ تمام صحابہ بہشتی ہیں لا یستوی منکم من انفق قبل الفتح وقاتل اولٰئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا وکلاً وعد اللہ الحسنیٰ واللہ بما تعملون خبیر ہ۔

وہ لوگ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے مال خرچ کیا اور لڑائی کی ان لوگوں سے زیادہ درجے والے ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد مال خرچ کیا اور لڑائی کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہر ایک لئے حسنیٰ یعنی جنت کا وعدہ دیا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے عملوں سے خبردار ہے۔ ملاحظہ کرنا چاہیئے کہ اس قسم کے بزرگواروں کو برائی سے یاد کرنا اور ان پر بدظن ہونا کس قدر انصاف و دیانت سے دور ہے۔" (مکتوبات۔ اردو ترجمہ دفتر سوم مکتوب نمبر ۴۲)

وہ صحابۂ کرام جو بیعت رضوان سے مشرف ہوئے ان کی تعداد چودہ سو یا پندرہ سو تھی۔ سورۃ فتح میں اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رضامندی کی بشارت ان الفاظ میں عطا فرمائی

لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ. البتہ یقیناً اللہ راضی ہوگیا مومنین جب انہوں نے آپ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) سے درخت کے نیچے بیعت کی.

یہ میدان حدیبیہ کا واقع ہے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کی نیت سے مکہ معظمہ تشریف لے گئے تھے تو حدیبیہ میں ایک درخت کے نیچے آپ نے تمام صحابہؓ سے جن کی تعداد چودہ یا پندرہ سو تھی بیعت لی. رب تعالیٰ نے ان بیعت کرنے والوں کو اپنی رضامندی کی سند عطا فرمائی، مقام غور ہے کہ اللہ کریم جن کو اپنی رضامندی کی بشارت دُنیا ہی میں سنا دے ان کے بہشتی ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے، مگر کس قدر تعجب کی بات ہے کہ انہی صحابہ رضی اللہ عنہ پر زبان طعن و تشنیع کھولی جائے اور ان کے متعلق ایسے حقارت آمیز الفاظ استعمال کئے جائیں کہ جن کو بیان کرنے یا لکھتے ہوئے انتہائی شرم اور گستاخی محسوس ہوتی ہے. صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان میں بے ادبی کرنے والے یقیناً زبردست خسارے میں ہیں.

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے متعلق ہمیں وہی رویّہ اختیار کرنا چاہیئے جس کی تلقین حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورۂ الصدر مکتوب میں فرمائی ہے کہ اسی میں دارین کی بھلائی کا راز مضمر ہے۔

حضرت شیخ محقق دہلوی علیہ الرحمۃ اشعۃ اللمعات جلد چہارم صفحہ ۶۲۹ پر صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ ہدایت فرماتے ہیں۔

"طریقۂ اہل سنت وجماعت آنست کہ زبان از گفتگوئے ایشاں جز بخیر بستہ دارند اگر چیزے بخلاف آں منقول باشد اغماض کنند کہ سلامت دریں ست"

اہل سنت والجماعت کا مسلک یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں کلمہ خیر کے علاوہ زبان کو بند رکھیں اگر کوئی بات ان کے حق میں کلمۂ خیر کے خلاف منقول ہو تو اس سے چشم پوشی اختیار کریں کہ سلامتی اسی میں ہے۔

مقدمہ ابن خلدون میں ہے۔

"وہ جنگیں جو ابتدائی دورِ اسلامی میں صحابہ میں یا تابعین میں لڑی گئیں وہ کن مقاصد و اغراض کے پیش نظر تھیں تو یوں

سمجھئے کہ ان بزرگوں کے اختلاف تمامتر دینی امور میں تھے نہ کہ دنیوی معاملات میں اور ادلۂ صحیحہ میں اجتہاد کرنے سے یہ اختلافات رونما ہوئے تھے اور مجتہدوں میں جب اختلاف اجتہادی ہوا، اور ہم یہ مانیں کہ مسائل اجتہادیہ میں حق بہرحال ایک ہی ہوگا اب جس مجتہد کی رائے حق سے مل جائے وہ مصیب ہے۔ اور جس کی نہ ملے وہ مخطی اور چونکہ وہ حق کی جہت متعیّن نہیں اس لئے اصابت کا احتمال ہر مجتہد کی جانب ہوسکے گا اور کسی خاص مجتہد کو بالیقین مخطی قرار نہیں دیا جاسکے گا اور کوئی مجتہد بھی گنہگار و قابل گرفت نہ ہوگا۔ اجماع امت اسی پر ہے۔ اگر ہم یہ کہیں کہ اجتہادی اختلاف کے وقت سب مجتہد حق پر ہوتے ہیں اور ہر مجتہد باصواب ہوتا ہے تو پھر تو خطا و گناہ کی نسبت کسی طرف بھی نہیں کیجا سکتی۔ اب صحابہ و تابعین کا اختلاف ظاہر ہے اجتہادی اختلاف تھا اور مسائل دینیہ ظنیہ میں وہ آپس میں مختلف الرائے تھے۔ تو مذکورہ حکم کے بموجب خطا اور گناہ کی نسبت کسی مجتہد کی طرف بھی نہیں جاسکتی؟

علامہ ابن خلدون جنگ جمل و صفین کے متعلق جو ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت علی المرتضیٰ رضی

اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان لڑی گئیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مسلک ان الفاظ میں تحریر کرتے ہیں:

" ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ جمل و صفین کے مقتولین کی نسبت آپ کا کیا خیال ہے کہ وہ ناجی ہیں یا قابل گرفت آپ نے جواب دیا کہ قسم بخدا ان لڑائیوں میں جو بھی مرا وہ جنتی ہے، بشرطیکہ اس کا دل پاک ہو۔ گویا آپ فریقین کے مقتولین کے بارے میں حکم لگا رہے تھے۔ طبری و دیگر مورخین نے یہی الفاظ نقل کئے ہیں بہرحال یہ وہ بزرگ ہیں کہ جن کی عدالت ہر شک و شبہ و طعن و تشنیع سے مبرا و پاک ہے۔ یہی وہ حضرات ہیں کہ جن کے اقوال و افعال شریعت میں سند ہیں اور اہل سنت والجماعت کا ان کی عدالت پر فیصلہ ہے"

مصر کے مشہور نقاد اور نامور محقق ڈاکٹر طہٰ حسین اپنی کتاب فتنہ الکبریٰ کے اردو ترجمہ " حضرت عثمان رض اور حضرت علی رض " کے صفحہ ۵۴۳ پر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان جو لڑائیاں ہوئیں ان کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ

"لیکن یہ لوگ تو مسلمان تھے، ان میں سے ہر ایک اس خیال کا تھا کہ اس کا غصہ اللہ کے لئے ہے اس جنگ میں وہ لڑیگا تو خدا کے لئے لڑکر مرجائیگا۔ تو اس کی موت خدا کی راہ میں ہوگی، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس معرکہ سے پہلے اپنے ساتھیوں کے سوال کرنے پر کوئی دور کی بات نہیں کہی تھی۔ کہ جس نے اللہ کی خوشنودی کے لئے حق بات پر لڑائی کی اور قتل کردیا گیا وہ شہید ہے"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جملہ اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے متعلق خود ارشاد فرماتے ہیں۔

(۱) عن ابی سعید الخدری قال قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا تسبّوا اصحابی فلو انّ احدکم انفق مثل احد ذھبا ما بلغ مدّ احدھم ولا نصیفہ (مشکوٰۃ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا انہوں نے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ میرے اصحاب کو برا نہ کہو اگر تم سے کوئی خدا کی راہ میں احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرے تو اس کا ثواب صحابہ کے

ثواب کے ایک مُد یا نصف مُد اناج کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔

(۲) حضرت ابو بردہ رضؓ اپنے والد حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا اور وحی کے انتظار میں اکثر آسمان کی طرف سر اقدس اٹھایا کرتے تھے، آپ نے فرمایا ستارے آسمان کے لئے امان ہیں، جب ستارے ناپید ہو جائیں گے تو آسمان کے لئے وہ وعدہ آجائے گا جو کیا گیا ہے (یعنی قیامت کے دن اس کا ٹوٹ پھوٹ جانا) اور میں اپنے اصحابؓ کے لئے امان ہوں جب میں دُنیا سے چلا جاؤں گا تو صحابہ رضؓ کے لئے خدا کا وہ وعدہ آجائے گا جو کیا گیا ہے، (طرح طرح فتنے اور باہمی جنگیں اور بعض اعراب کا ارتداد) اور میرے صحابہ رضؓ میری امت کے لئے امان ہیں جب صحابہ رضؓ دُنیا سے چلے جائیں گے تو میری امت کے لئے وہ وعدہ آ پہنچے گا جو کیا گیا ہے (یعنی بدعات و حوادث فسق و شر در کا ظہور ہوگا۔ (مشکوٰۃ)

(۳) عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خیرُ امتی قرنی یعنی میری امت کے بہترین لوگ میرے اصحاب ہیں (مشکوٰۃ)

(۳۳) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اکرموا اصحابی فانہم خیارُکم ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم ثم یظہر الکذب. میرے اصحابؓ کا اکرام (عزت) کرو کہ وہ تم میں بزرگترین اور برگزیدہ ترین ہیں. اس کے بعد ان کا اعزاز واکرام کرو جو ان سے ملحق ہیں (تابعین) پھر ان کی تعظیم وتکریم جو ان سے ملحق ہیں (تبع تابعین) ان کے بعد جھوٹ اور بددیانتی کا ظہور رہے گا.

اس حدیث کے آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہدایت فرمائی.

فَلْیلزَمُ الجماعۃ. پس لازم ہے کہ جماعت کو اختیار کرو. حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں.

"پس باید کہ لازم گیرد جماعت مسلمان را وسواد اعظم

اہل قرون ثلثہ را د متابعت و پیروی کند ایشاں را" پس چاہیے کہ ان تین زمانوں کے مسلمانوں کی جماعت کو کہ جو سواد اعظم ہے اختیار کرے اور ان کا اتباع کرے۔

(۵) حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللّٰہ اللّٰہ فی اصحابی صحابہ کے بارے میں خدا سے ڈرو یہ جملہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا (تاکید کے لیے) میرے بعد انہیں برائی کا نشانہ نہ بناؤ جس نے انہیں دشمن رکھا تو گویا اس نے میری دشمنی کی وجہ سے ایسا کیا (معاذ اللہ) اور جس نے ان سے محبت کی تو گویا اس نے میری محبت کی وجہ سے ایسا کیا، اور جس نے انہیں (صحابہؓ کو) تکلیف پہنچائی پس یقیناً اس نے مجھے تکلیف پہنچائی اور جس نے مجھے دکھ دیا تو گویا اس نے اللہ کو ستایا اور جس نے اللہ کو رنجیدہ کیا تو قریب ہے کہ اللہ اس کو عذاب میں گرفتار کرے (مشکوٰۃ)

(۶) حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم کسی ایسے شخص کو دیکھو جو میرے اصحابؓ کو برا کہے کہدو لعنۃ اللّٰہ علیٰ شرکم خدا کی لعنت ہو تمہارے شر پر یعنی تم اس فعل بد (صحابہؓ کو برا

سے نہنے ، کی وجہ سے خدا کی رحمت سے دور رہو (مشکوٰۃ)

(۷) حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا انہوں نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے اپنے اصحابؓ کے اس اختلاف کے متعلق جو میرے بعد ان میں رونما ہوگا اپنے خدا سے سوال کیا پس اس نے میری طرف یہ وحی کی کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے اصحاب میرے نزدیک آسمانی ستاروں کی مانند ہیں کہ بعض بعض سے زیادہ روشن اور زیادہ قوی ہیں مگر ہر ایک کے لیئے نور ہے پس جس نے ان چیزوں میں سے جو اُن میں (یعنی صحابہؓ میں) اختلافی تھیں کوئی چیز لے لی تو وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے (مشکوٰۃ) سبحان اللہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا مقام ہے یہی وہ اختلاف ہے کہ جسے . . . .

. . . . رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رحمت قرار دیا ہے اختلاف امتی رحمۃ

(۸) حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اصحابؓ ستاروں کی مانند ہیں فبایّھم اقتدیتم اھتدیتم

ان میں سے تم نے جس کی بھی پیروی کی تم نے ہدایت پائی قرآنی آیات، احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، علمائے اسلام اور مورخین کے بیانات کی روشنی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں کے متعلق مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوئے۔

۱۔ فتح مکہ سے قبل اور فتح مکہ کے بعد جن اصحابؓ نے اللہ کی راہ میں مال خرچ کیا اور فی سبیل اللہ جہاد کیا ان میں درجات کا فرق تو ہے (گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی) مگر سب سے خدا راضی ہے اس نے سب کو جنت دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔

۲۔ ان کی آپس کی لڑائیاں ہوا و ہوس اور طلب جاہ و ریاست کی وجہ سے نہ تھیں۔

۳۔ ان کے اختلاف دینی امور میں تھے اور وہ بھی اجتہاد و استنباط کی بنا پر۔

۴۔ تمام صحابہؓ مجتہد تھے۔ اصابت کا احتمال ہر مجتہد کی جانب ہو سکتا ہے اس بنا پر کسی خاص مجتہد کو بالیقین مخطی قرار نہیں دیا جا سکتا اور کوئی مجتہد بھی گناہگار اور

قابل گرفت نہ ہوگا۔ اجماع امت اسی پر ہے۔

۵۔ صحابہؓ کو ہمیشہ نیکی سے یاد کرو اگر کوئی چیز اس کے خلاف دیکھو تو اغماض کرو، کیونکہ سلامتی اسی میں ہے۔

۶۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نزدیک جنگ جمل اور صفین کی مقتولین سب جنتی ہیں۔

۷۔ صحابہؓ سب کے سب عادل و منصف تھے ان کی عدالت ہر شک و شبہ اور طعن و تشنیع سے مبرا اور پاک ہے۔

۸۔ صحابہؓ کے اقوال وافعال شریعت میں مستند ہیں، ان کے ذریعہ سے جو کچھ ہم تک پہنچا وہ سب سچ اور برحق ہے۔

۹۔ صحابہؓ حقیقی مسلمان اور سچے مومن تھے۔

۱۰۔ صحابہؓ کو برا نہ کہو، کیونکہ ان کا ایک مد غلہ خدا کی راہ میں خرچ کرنا ہمارے احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرنے سے افضل ہے۔

۱۱۔ صحابہؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے بہترین لوگ ہیں۔

۱۲۔ سب سے بہترین اور بزرگترین اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس کے بعد تابعین پھر تبع تابعین یہی تین گروہ

سواد اعظم کہلاتے ہیں انہی سے وابستہ رہنا اور انہی کی اطاعت وپیروی کرنا لازم وضروری ہے۔

۱۳۔ صحابہؓ کے معاملہ خدا سے ڈرتے رہو، انہیں ہدف ملامت نہ بناؤ۔ جس نے ان سے محبت کی تو گویا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی اور جس نے ان سے دشمنی رکھی تو گویا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ دشمن رکھا، جس نے انہیں تکلیف دی۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دی اور جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دی تو اس نے اللہ کو تکلیف دی اور جس نے اللہ کو تکلیف دی اس پر عنقریب خدا کی عذاب نازل ہوگا۔

۱۴۔ صحابہؓ کو بُرا کہنے والا اپنے عمل بد کی وجہ سے خدا کی لعنت کا مستحق بن جاتا ہے۔

۱۵۔ صحابہؓ باہمی اختلاف کے باوجود اللہ کے نزدیک ستاروں کی مانند ہیں، ہر ایک سے نور ہے کسی بھی صحابیؓ کی اقتدا کرنا ہدایت ہی کا راستہ پانا ہے۔ اب بھی اگر کوئی اصحاب رسول علیہ الصلوٰۃ السلام کے خلاف لب کشائی کرے تو

اس کے لئے ہدایت ہی دعا کی جاتی ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفاء میں تحریر فرماتے ہیں۔

"حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے والد ابو سفیان کے ساتھ فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے آپ جنگ حنین میں شریک ہوئے، آپ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے محرروں میں سے ہیں آپ نے ایک سو تریسٹھ حدیثیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہیں اور آپ سے بہت سے صحابہؓ مثلاً ابن عباس۔ ابن عمر۔ ابن زبیر۔ ابو دردا۔ جریر البجلی، نعمان بشیر وغیرہ ہم اور تابعین سے ابن مسیب، حمید بن عبدالرحمٰن وغیرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے روایت کی ہے۔

آپ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعائیں فرمائیں "الہٰی معاویہؓ کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت پانے والا بنا دے، الہٰی معاویہؓ کو حساب و کتاب سکھلایئے اور آپ اس کو عذاب سے بچایئے، خود حضرت معاویہؓ نے کہا کہ مجھے خلافت

کی اس وقت سے امید تھی جس وقت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ معاویہؓ جب تو بادشاہ ہو جائے تو لوگوں سے اچھی طرح سے پیش آنا۔ حضرت امیر معاویہؓ لمبے قد خوبصورت اور وجیہہ آدمی تھے آپ کی طرف حضرت عمرؓ دیکھ کر فرمایا کرتے تھے کہ یہ عرب کے کسریٰ ہیں۔ نیز حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا معاویہؓ کو برا نہ سمجھو جس وقت یہ تمہارے اندر سے اٹھ جائیں گے تو تم دیکھو گے کہ بہت سے سر تن سے جدا کئے جائیں گے۔ آپ نے رجب ۶۰ھ میں اٹھتر سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ آپکے پاس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال اور ناخن اور چادر مبارک تھی آپ نے مرتے وقت یہ وصیت کی تھی کہ بال مبارک اور ناخن مبارک میرے منہ اور آنکھوں میں رکھ دینا اور چادر مبارک میں لپیٹ کر مجھے میرے اور ارحم الرحمین کے درمیان چھوڑ دینا

اردو انسائیکلوپیڈیا مطبوعہ فیروز سنز کے صفحہ نمبر ۱۷۱ پر ہے:

"امیر معاویہؓ ابوسفیان کے چھوٹے لڑکے تھے، فتح مکہ کے بعد اپنے باپ کے ساتھ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ کچھ

عرصہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کاتب وحی بھی رہے۔ امیر معاویہ رضؓ نے نہایت ہی شان و شوکت کے ساتھ ۱۹ سال حکومت کی۔ آپ نے ہی سب سے پہلے بحری بیڑا تیار کیا اور بحیرۂ روم میں نصاریٰ کو شکستیں دیں نیز حدود سلطنت کو دور دور ملکوں تک وسعت دی۔ ملک میں امن و امان قائم رکھا۔ انتظام مملکت کو بہتر بنانے کے لئے محکموں کو قائم کیا۔ "برید" یعنی ڈاک کا سلسلہ سب سے پہلے امیر معاویہ رضؓ نے شروع کیا۔ امیر معاویہ رضؓ بہت بڑے سیاستدان، متحمل مزاج اور انصاف پسند تھے۔ مسجد میں بیٹھ کر عوام کی شکایت سنتے؛

حسنین کریمین رضؓ سے امیر معاویہ رضؓ کا سلوک

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور صحابی تھا وہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے اہلبیت کے فضائل و مناقب اور ان کے ادب احترام کو قرآن حکیم احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ خود حضور علیہ السلام کی زبان اقدس سے سن چکے تھے اس لیئے وہ آپ کے گھر والوں اور قرابتداروں کا پورا پورا اعزاز و اکرام کرتے تھے خاص طور پر سیدنا

حضرت امام حسن اور سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کی جس طرح وہ عزت کیا کرتے تھے۔ اسلامی تاریخیں آج بھی اس پر گواہ ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ اگر وہ حسنینؓ کریمین کی عزت و توقیر کیا کرتے تھے تو انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خلیفۂ خامس حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے خلاف کیوں فوج کشی کی۔؟

اس کا جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس مشہور حدیث میں ہے جو بخاری شریف میں ہے جس کو ابی بکرہ رضی اللہ عنہ نے اس طرح روایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ " میں نے رسول اللہ صلی علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما آپ کے پہلو میں تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ لوگوں کی طرف دیکھتے تھے اور دوسری مرتبہ حضرت حسن رضی اللہ عنہٗ کی طرف اور فرماتے تھے کہ یہ میرا بیٹا سید ہے وَلَعَلَّ اللّٰہُ اَنْ یُّصْلِحَ بَیْنَ فِئَتَیْنِ عَظِیْمَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرا دے گا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہٗ ساٹھ ہزار کا لشکر لیکر کوفہ کی

طرف روانہ ہوئے اس کی اطلاع جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو آپ بھی چالیس ہزار کا لشکر لیکر مقابلے کے لئے چل پڑے آخر چند شرائط پر صلح ہو گئی اور اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی صحیح ثابت ہوئی۔

اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فوج کشی میں پہل نہ کرتے تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی طرف سے کبھی پہل نہ ہوتی۔ وہ بہت ہی صلح کل تھے اور کسی صورت میں مسلمانوں کا خون بہانا نہیں چاہتے تھے۔ اور اسی لئے آپ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح بھی کرلی، قدرت نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہی سے پہل کرائی تاکہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ بھی کثیر فوج لے کر مقابلہ کے لئے اٹھ کھڑے ہوں اور جب دونوں فوجیں آمنے سامنے ہو جائیں گی تو بغیر لڑے بھڑے ان میں صلح کرا دے اور اس طرح اپنے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کو پورا فرما دے

صلح کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا امام حسن رضی اللہ عنہ سے کیا برتاؤ رہا، اس کے متعلق مصر کے مشہور محقق و نقاد ڈاکٹر طٰہٰ حسین اپنی کتاب حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ میں رقمطراز ہیں۔

" حضرت حسنؓ امیر معاویہؓ کے وفادار تھے ان کی بیعت اور

ان کے عہد و پیمان پر قائم اور جس قسم کی بھی امداد کی ضرورت ہوتی ان سے حاصل کرتے۔"

آگے چل کر لکھتے ہیں کہ" امیر معاویہؓ حضرت حسنؓ پر بڑی کرم کی نگاہ رکھتے تھے ان کو عطیات سے نوازتے تھے۔"

مؤرخ اسلام مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی اپنی کتاب تاریخ اسلام حصہ اول میں تحریر فرماتے ہیں۔

"بعد تکمیل صلح حضرت امیر معاویہؓ کوفہ سے دمشق کی جانب روانہ ہوئے اور جب تک حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ زندہ رہے ان کے ساتھ حضرت امیر معاویہؓ نے بڑی تعظیم و تکریم کا برتاؤ کیا۔

اور برابر ان کی خدمت میں حسب قرار داد صلح نامہ روپیہ بھیجتے رہے۔

ابو نعیم عبدالحکیم خاں نشتر جالندھری اور عبدالحمید صاحب حمید ایم اے ایم او ایل اپنی کتاب تاریخ اسلام مطبوعہ کتاب منزل لاہور میں تحریر کرتے ہیں کہ جو صلح نامہ حضرت امام حسنؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے درمیان لکھا گیا تھا۔ اس میں یہ شرطیں بھی تھیں۔

"حسن بن علی اور حسین بن علی رضی اللہ عنہم اور ان کے متعلقین کو امیر معاویہؓ کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے، اور یہ دونوں بھائی اور ان کے متعلقین جہاں چاہیں گے رہیں گے۔ امیر معاویہؓ اور ان کے عاملین وغیرہ کو یہ حق نہ ہوگا کہ وہ انہیں اپنا ماتحت سمجھکر ان سے جبراً کسی ذاتی حکم کی تعمیل کرائیں۔ امیر معاویہؓ حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو صوبہ اہواز کا خراج برابر بھیجتے رہیں گے۔ بیت المال کوفہ کا سارا روپیہ امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی ملکیت تصور کیا جائے گا اور وہ اپنے اختیار سے اس پر جس طرح چاہیں گے تصرف کریں گے۔ امیر معاویہ انعام واکرام کے وقت بنی ہاشم کو دوسروں پر مقدم رکھیں گے۔

حضرت امیر معاویہؓ نے صلح نامہ کی تمام شرائط کو بے چون وچرا تسلیم کرلیا۔ اور ان پر آخر وقت تک اسی طرح عمل کرتے رہے جس طرح حضرت امام حسنؓ کی مرضی تھی۔

اردو انسائیکلو پیڈیا مطبوعہ فیروز سنز میں ہے۔

" امیر معاویہؓ نے امام حسنؓ کے کہنے کے مطابق انہیں پچاس لاکھ درہم سالانہ اور ایران کے ایک ضلع کا مالیہ کوفے کے خزانے اور ان کے چھوٹے بھائی حسینؓ کو بیس لاکھ درہم سالانہ

منظور کئے۔

اسی طرح فتوح شام (ترجمہ مولانا غلام رسول مہر) میں بھی درج ہے۔ البتہ انہوں نے پچاس لاکھ اور بیس لاکھ کی بجائے حاشیہ میں یہ لکھا ہے کہ بعض کتابوں میں تحریر ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت امام حسنؓ کے لئے پانچ لاکھ درہم اور حضرت امام حسینؓ کے لئے دو لاکھ درہم منظور کئے تھے۔

.. ..

.. .. مولانا نے پانچ لاکھ اور دو لاکھ کی روایتوں کو اس بنا پر درست تسلیم کیا ہے کہ ان کے خیال میں پچاس لاکھ اور بیس لاکھ درہم بہت بڑی رقمیں ہیں اور ایسی گرانبہا وظیفے مقرر کرنا ممکن نہیں۔ مگر یہ محض ان کا واہمہ ہے حضرت امیر معاویہؓ اگر اس سے بھی زیادہ وظائف منظور کرتے تو وہ ان کو ادا کرنے اہلیت رکھتے تھے۔ انیس سال تک جس شاہانہ ٹھاٹھ سے انہوں نے حکومت کی ہے۔ اس کے پیش نظر گرانبہا وظائف مقرر کرنا ان کے لئے مشکل نہ تھا کیوں نہ ہو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم و آلہ وسلم نے ان کے سامنے ہی ان کے بادشاہ بننے کی پیش گوئی فرمائی تھی۔

کتب سابقہ میں بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ تحریر ہے کہ پیغمبر آخر الزماں کی ولادت کی جگہ مکہ ہوگی، ہجرت کا مقام مدینہ ہوگا، اور ان کی بادشاہت ملک شام میں ہوگی۔ اس خدائی پیشگوئی کے تحت شام میں حضرت امیر معاویہ کی بادشاہت دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی بادشاہت تھی۔ اللھم صلی علیٰ محمدؐ و علیٰ آلہٖ و اصحابہٖ وسلم

وفات سے قبل امیر معاویہؓ کی یزید کو وصیّت

علامہ ابوالحسنات مولانا سیّد محمد احمد صاحب قادری علیہ الرحمۃ اپنی کتاب "اوراق غم" کے صفحہ ۲۵۹ پر علامہ ابو اسحٰق اسفرائنی کی کتاب نور العین فی مشہد الحسین کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں کہ "حضرت امیر معاویہؓ اپنے اراکین دولت کو یہ وصیّت کرتے رہے تھے کہ حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں کسی کے حکم کی وقعت نہ کرنا۔ تمام حکموں سے مقدم ان کا حکم ہے۔ تمام اخراجات سے مقدم ان کے اخراجات ہیں، یہانتک کہ لشکر میں پیچھے تنخواہ جائے پہلے ان کی خدمت

میں پیش ہو جائے۔

جب آپ (حضرتِ امام حسینؓ) دربار معاویہؓ میں تشریف لاتے تو آپ کی کرسی اپنی داہنی جانب لگاتے سواری میں پہلے شہزادہ سوار ہوتے بعد میں جناب امیر معاویہؓ غرضیکہ معاویہؓ اور شہزادے کے درمیان ایک مدت تک یونہی تعلقات یگانگت رہے ؛۔

علامہ ابو الحسنات علیہ الرحمۃ "اوراق غم" کے صفحہ ۲۶۰ پر لکھتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہؓ کو جب اپنی موت کا یقین ہو گیا۔ تو انہوں نے یزید کو دو وصیتیں فرمائیں ایک عام رعایا کے حق میں اور دوسری شہزادہ حسینؓ اور اہلبیت اطہار رضوان اللہ علیہم کے متعلق دونوں وصیتیں عربی میں ہیں، امام حسین رضی اللہ عنہ اور اہلبیت کے متعلق جو وصیت کی گئی، اس کا ترجمہ یہ ہے۔

"میں تجھ کو وصیت کرتا ہوں اے میرے بیٹے! حسینؓ اور اس کی اولاد اور بھائی بہنوں اعزہ اقربا رفقاء اور تمام بنی ہاشم کے حق میں پوری وصیت۔ کسی دن اے یزید اپنی رعیت کے لئے کوئی جدید امر جاری نہ کیجو جب تک شہزادوں کو نہ

سیدنا حسینؓ سے مشورہ نہ کرلے۔ تیرا کوئی حکم حسینؓ کے حکم سے بلند نہیں اور تیری کوئی ضرورت ۔۔۔ ان کی ضرورت سے مقدم نہ سمجھی جائے۔ اگر وہ کسی امر میں تجھ سے ناراض ہو گئے تو اللہ اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ناراض ہو جائیں گے۔ اس لئے کہ ان کے جد امجد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو مالک شفاعت عظمیٰ ہیں۔ قیامت کے دن پہلے اور پچھلے انہی کی امید کریں گے۔ ان کے باپ مرتضیٰ شیر خدا ہیں ان کی والدہ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ہیں جو سردار ہوں گی نساء جنت کی اور دادی خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں اور سمجھ لے بیٹے اگر تو نے کوئی زیادتی ان کے ساتھ کی اور ان میں سے کوئی بھی تجھ سے ناراض ہو گیا۔ تو میں دنیا و آخرت میں تجھ سے بری ہوں اور تو میدان حشر میں مجرموں کے ساتھ جہنم میں جائے گا؛

تاریخ اسلام مصنفہ ابو نعم عبدالحکیم خان نشتر جالندھری و عبدالحمید صاحب حمید ایم اے مطبوعہ کتاب منزل کے صفحہ ۲۹۱ پر حضرت امیر معاویہؓ کا ایک طویل خط درج ہے۔ جو انہوں نے اپنی وفات سے پہلے ضحاک بن قیس اور مسلم بن

عقبہ کے ہاتھ یزید کو بھیجا کیونکہ یزید آپ کی وفات کے وقت دمشق میں نہ تھا۔ خط کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

" اہل حجاز پر ہمیشہ عنایت کی نظر رکھنا وہ تمہاری اصل واساس ہیں جو حجازی تمہارے پاس آئے اس سے اچھا برتاؤ کرنا اسکی عزت اور اس پر احسان کرنا اور جو نہ آئے اس کی خبرگیری سے غافل نہ رہنا اہل عراق پر بھی چشم کرم رکھنا شامیوں سے بھی حسن سلوک روا رکھنا۔ خلافت میں تمہارے صرف چار حریف ہوسکتے ہیں جن میں سے ایک حسینؓ بن علیؓ بھی ہیں وہ اگرچہ سادہ مزاج ہیں، لیکن ان کی طرف سے خطرہ یقینی ہے عراقی انہیں تمہارے مقابلے میں لائے بغیر نہ رہیں گے۔ جب وہ تمہارے مقابلے میں آئیں اور تم پر ان پر غلبہ پالو تو درگزر سے کام لینا کہ وہ قریبی عزیز ہیں ہم پر ان کا بڑا حق ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشہ ہیں۔

تاریخ ابن خلدون حصہ دوم اردو نفیس اکیڈمی صفحہ ۴۶ پہ علامہ ابن خلدون تحریر فرماتے ہیں۔

" ۶۰ھ میں امیر معاویہؓ کا انتقال ہوا۔ اپنی موت سے تھوڑے دنوں پہلے انہوں نے ایک خطبہ دیا جس کے

عجیب جملے یہ تھے۔ "جو میرے بعد حکمران ہو گا اس سے میں بہتر
ہوں، جیسا کہ پہلے مجھ سے بہتر تھے اور جیسا کہ کہا گیا ہے کہ جو
شخص، اللہ تعالےٰ سے ملنا چاہتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ بھی اس
کا ملنا دوست رکھتا ہے۔ اے اللہ تعالیٰ میں تیری حضوری
چاہتا ہوں تو بھی مجھے اپنی حضوری ہی میں طلب کر لے اور
یہ مجھے مبارک کر۔"

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ "اس خطبے کو زیادہ
عرصہ نہیں گزرا تھا کہ بیمار ہو گئے اور مرض میں یوماً فیوماً
زیادتی ہوتی گئی اپنے بیٹے یزید کو بلا کر فرمایا۔ "میرے بیٹے
میں نے تمہارے لئے اسباب سلطنت اس قدر فراہم کر دیئے
ہیں کہ کسی نے آجتک نہیں جمع کیا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اس امر
میں اگر نزاع و مخالفت کریں گے تو قریش کے یہی چار حسینؓ
بن علیؓ عبداللہ بن عمرؓ۔ عبداللہ بن زبیرؓ۔ عبدالرحمٰن بن ابی
بکر رضی اللہ عنہم لیکن ابن عمر ایسے شخص ہیں کہ جن کا سوائے
عبادت کے کوئی کام نہیں جب کوئی شخص سوائے ان کے بیعت
کرنے کو باقی نہیں رہے گا تو وہ بھی تمہاری بیعت کر لیں گے
اور حسینؓ بن علیؓ ایک سیدھی سادھی طبیعت کے آدمی ہیں۔

مگر اہل عراق ان کو خروج کرنے پر ضرور تیار کریں گے۔ پس اگر یہ تم پر خروج کریں اور تم کو ان پر کامیابی حاصل ہو تو درگزر کرنا ان کا بہت بڑا حق ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ نواسے ہیں الخ"

مذکورہ بالا تاریخی حوالوں سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ کس حد تک اہلبیت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا احترام کرتے تھے، ان کی خوشنودی چاہتے تھے، ان کے حقوق کا خیال رکھتے تھے، ان کی عظمت و بزرگی کے قائل تھے۔ اور ان کو عزیز رکھتے تھے یہی وجہ ہے کہ آپ نے وفات سے قبل یزید کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلبیت کے ساتھ حسن وسلوک روا رکھنے کی زبردست ہدایت فرمائی خاص طور پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے نیکی کا برتاؤ کرنے کی وصیت کی اس لئے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے تھے اور ان کا بڑا حق تھا۔ مگر یزید نے اپنے والد بزرگوار حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تمام نصیحتوں اور وصیتوں کی مطلقاً پرواہ نہ کی اور ان کے خلاف ایسا ظالمانہ اور سفاکانہ قدم اٹھایا کہ دنیا کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے

کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ یزید کے اس سلوک کا کچھ احساس ہو گیا تھا۔ اس بنا پر اسے بلا کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں خاص ہدایت فرمائی اور اپنے آخری خطبے میں یہاں تک فرما دیا کہ "جو میرے بعد حکمران ہوگا اس سے میں بہتر ہوں"۔ بلاشک اہلبیت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر سلوک کرنے میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنی مثال آپ تھے اللہ تعالیٰ انہیں اچھی جزا عطا فرمائے۔

یزید بن معاویہؓ

تاریخ اسلام صفحہ ۱۰۳ پر تحریر ہے۔

"یزید نام، ابو خالد کنیت، میسون بنت بجدل کے بطن سے تھا، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد امارت میں شام میں پیدا ہوا۔ اس نے شاہانہ ناز و نعمت کی گود میں آنکھیں کھولیں اور دولت و حکومت کے گہوارہ میں پرورش پائی، امیر معاویہؓ نے بیٹے کی تعلیم و تربیت خاص اہتمام و توجہ سے کی۔ شباب کی پُر بہار منزل میں قدم رکھا تو حسن و

و عشق کے عالم رنگ و بو میں پہنچ گیا. شعر و سخن میں کمال
حاصل کیا. سپاہ گری میں کافی دستگاہ بہم پہنچائی. سیر و
شکار کا بے حد شوق تھا، لیکن میدان جہاد میں قدم رکھنا
پسند نہ کرتا تھا. والد نے اصلاح کے لئے سخت جد و جہد کی
قسطنطنیہ کی مشہور مہم پر زبردستی روانہ کیا. ایک حصّہ فوج
کی سرداری بھی عنایت کی. دو دفعہ امیر حج بھی بنا کر بھیجا مگر
طبعی عیش بندی کے آگے تربیت کی کچھ پیش نہ گئی. امیر معاویہ
رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی ہی میں یزید کی ولیعہدی کی
بیعت لی تھی اس لئے باپ کے بعد رجب ۶۰ھ میں بیٹا
تخت نشین ہوا!"

ڈاکٹر طٰہٰ حسین مصر کے نامور نقاد و محقق اپنی کتاب
الفتنۃ الکبریٰ کے اردو ترجمہ " عثمان و علیؓ کے صفحہ ۵۵۹
پر لکھتے ہیں

" یزید کی نشو و نما حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے
کے مخالف ماحول میں ہوئی وہ شام میں پیدا ہوا اور گورنر کی
کوٹھی میں پیدا ہوا جہاں خوشحال اور فارغ البالی کا دور دورہ تھا.
خدمت کے لئے بہت سے غلام اور لونڈیاں حاضر تھیں وہ ذہین

چالاک، چالباز۔ دولت واقتدار کے لئے سرگرم اور وسائل میسر آجانے پر لطف ولذت اندوزی کے لئے وقف ہو جانے والا تھا۔ اس فضا میں یہ قریشی نوجوان بڑا ہوا۔ تنگدستی دیکھی نہ کبھی روکھے پھیکے کی نوبت آئی۔۔ زندگی کے لئے نہ کبھی دوڑ دھوپ کی اور نہ کبھی اس راہ میں کبھی کوئی مشقت اٹھائی ہاتھ پاؤں مارا تو طبیعت بہلانے کے مشاغل میں اور دوڑ دھوپ کی تو جی خوش کرنے کی خاطر، اس ماحول میں جب مسلمانوں کی لگام یزید کے ہاتھ میں آئی تو اس کی سیرت اس کے باپ سے بالکل جدا تھی اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کی سیرت سے بھی اس کو کوئی نسبت نہ تھی۔

تاریخ ابن خلدون جلد دوم مطبوعہ نفیس اکیڈمی کے صفحہ ۳۵ اور ۴۵ پر یزید کے متعلق یہ تحریر

" زیاد نے عبید بن کعب نمیری کو بلا کر کہا۔ میں نے ایک راز سربستہ میں مشورہ لینے کو بلایا ہے اور وہ یہ ہے کہ امیر المومنین (حضرت امیر معاویہؓ) نے مجھے یہ خط لکھا ہے۔ یزید کی ولیعہدی کی بابت مشورہ طلب کیا ہے۔ کیونکہ لوگوں کے تنفر سے وہ خائف ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ لوگ اس امر میں ان کی اطاعت کریں

لیکن مسلمانوں کا اس پر راضی ہونا ایک امر اہم ہے یزید میں آوارگی۔ بیہودگی۔ بددیانتی۔ نا اہلی ہے۔ میرے نزدیک تم امیرالمؤمنین سے جاکر ملو اور یزید کے افعال سے مطلع کرو۔ اور صاف صاف کہدو کہ یہ کام ہونا دشوار ہے۔ اگر آپ اس کام کو انجام دینا ہی چاہتے ہیں تو عجلت نہ کیجئے۔"

عبید بن کعب نے زیاد کو یہ مشورہ دیا کہ ایسا کرنا مناسب نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ امیرالمؤمنین کی رائے سے اختلاف نہ کیا جائے۔ اور نہ ان کے لڑکے کو برا بتایا جائے۔ میں پہلے یزید سے خود ملتا ہوں اور اس کو آگاہ کرتا ہوں کہ "عوام تمہارے افعال و کردار سے ناراض ہیں۔ اگر مناسب سمجھو تو تم ان افعال و حرکات کو چھوڑ دو، تاکہ لوگوں کو (تمہاری ولیعہدی کے لئے) قائل کرنے کا زیادہ موقع مل سکے (ابن خلدون) چنانچہ اس پر عمل کیا گیا۔ اور زیاد نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجا کہ اس مسئلہ میں جلدی نہ کیجئے ورنہ لوگ بھڑک اٹھیں گے۔ اور یہ کام فوت ہو جائے گا، امیر معاویہؓ خاموش ہو رہے۔" (ابن خلدون)

مؤرخین کے ان بیانات کی روشنی میں یزید کے تخت حکومت پر آنے سے پہلے یزید کے اخلاق اور اس کے کردار کی اصل حقیقت

ناظرین کے سامنے آگئی اس کے باوجود اسکی ولیعہدی کی بیعت لی گئی۔ اور وہ اپنے والد کی وفات کے بعد تخت حکومت پر براجمان ہو گیا۔

اس کی ایک وجہ تو یہ ہے حضرت امام حسین رضی اللہ علیہ کو یزیدیوں کے ہاتھوں میدان کربلا میں شہید ہونا تھا۔ اور یزید کے ماتھے پر اس خون ناحق کی وجہ سے ذلت و خواری کا سیاہ داغ لگنا تھا۔ کیونکہ رسول اللہ علیہ السلام نے جہاں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی پیشگوئی فرمائی تھی وہاں امارۃ الصبیان لڑکوں کی امارت سے پناہ مانگنے کی دعا کی بھی تعلیم دی تھی۔ لڑکوں کی حکومت کا آغاز یزید ہی حکومت سے ہوا جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلبیت، اہل مکہ اور اہل مدینہ پر وہ ظلم ڈھائے۔ کہ توبہ ہی بھلی۔ حرم رسول علیہ السلام اور حرم خدا کی وہ بے حرمتی کی کہ العیاذ باللہ۔ اس کی تفصیل انشاء اللہ آپ آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

یزید کے برسر حکومت آنے کی دوسری وجہ وہ ہے کہ جو مقدمہ ابن خلدون اردو مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی کے صفحہ ۲۴۱ پر تحریر ہے "سمجھ لیجئے کہ ملک و سلطنت عصبیت

کا ایک طبعی نتیجہ ہے جس میں اختیار کو کوئی دخل نہیں عصبیت کا خود وجود اس کا متقاضی ہے۔"

ابن خلدون عصبیت کی طویل بحث کرتے ہوئے اس کی اچھائیاں اور برائیاں واضح کرتے ہیں۔ آخر میں وہ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ یزید کی ولیعہدی کی بیعت اسی عصبیت ہی کی بنا پر تھی چنانچہ لکھتے ہیں۔

"معاویہ رضؓ نے یزید کو اپنا ولیعہد بنایا۔ اگر ایسا نہ کرتے تو شورش مچ جاتی کیونکہ بنی امیہ اپنے خاندان سے سلطنت کے منتقل ہونے کو کسی قیمت پر گوارا کرنے کے لئے تیار نہ تھے یہی خاندانی عصبیت ہے اگر معاویہ رضؓ کسی اور کو ولیعہد بناتے تو بنی امیہ خود اس پر پلٹ پڑتے گو اس کے ساتھ پہلے سے کسی قدر بھی حسن ظن ہوتا اور اس کی خوبی میں کسی کو شک و شبہ نہ ہوتا۔ ورنہ اس کے خلاف معاویہ رضؓ کے بارے میں کوئی خیال کرنا انصاف کا خون کرنا ہے، ان سے یہ کب ہو سکتا ہے کہ یزید کے فسق و فجور کو جانتے ہوتے۔ اس کو اپنا ولیعہد مقرر کر جاتے خدا کی پناہ ان کے بارے میں ایسی بدظنی۔"

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بادشاہ عادل تھے

ابن خلدون کے اس بیان نے حضرت امیر معاویہ رضؓ سے اگرچہ

تمام الزامات کو دور کر دیا ہے تاہم آپ پر یہ الزام کہ آپ نے خلافت کو بادشاہت میں تبدیل کر کے بہت بڑی غلطی کی ہے، اس کا جواب دوسری طرح سے بھی دینا ضروری ہے۔ تاکہ غلط اور بے بنیاد الزامات کا پوری طرح سے قلع قمع ہو جائے۔

اس سلسلہ میں صحیح بات تو یہ ہے کہ بنی امیہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ تمام حکمران اگرچہ خلفاء کہلاتے تھے مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ خلفاء نہیں تھے بلکہ بادشاہ تھے اس لئے کہ ان کی حکومت میں خلافت کے رنگ کی بجائے بادشاہت کا رنگ جلوہ گر تھا۔ اور اگر وہ خلفاء ہی تھے تو ان کی خلافت علیٰ منہاج نبوّت نہیں تھی۔

مقدمہ ابن خلدون کے صفحہ ۲۳۲ پر ہے۔

"حضرت عمرؓ جب شام کے دورہ پر تشریف لے گئے اور حضرت معاویہؓ ان کے سامنے شاہانہ تزک و احتشام (لباس و پوشاک میں نمودار ہوئے تو حضرت معاویہؓ کی یہ سج دھج ناگوار معلوم ہوئی اور فرمایا معاویہؓ یہ کیا فرعونیت ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ امیرالمؤمنین میں ایسے سرحدی مقام پر قیام پذیر ہوں کہ دشمن مجھ سے قریب ہیں۔ جنگ و جہاد و تزک و احتشام سے ان پر رعب داب

ڈالنے کی ضرورت ہے یہ جواب سن کر حضرت عمرؓ خاموش ہو رہے اور چونکہ معاویہؓ نے اپنے فعل کی بنا حق و دین کے مقاصد پر رکھی اس لئے حضرت عمرؓ نے ان کے کلام کی تردید نہیں فرمائی۔

تاریخ الخلفاء میں حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہؓ لمبے قد، خوبصورت بطور وجیہہ آدمی تھے آپ کی طرف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھ کر فرمایا کرتے تھے کہ یہ عرب کے کسریٰ ہیں"

تاریخ الخلفاء میں علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ حضرت امیر معاویہؓ فرمایا کرتے تھے کہ "مجھے خلافت کی اس وقت سے امید تھی جس وقت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ معاویہؓ جب تو بادشاہ ہو جائے تو لوگوں سے اچھی طرح پیش آنا۔

کتب سابقہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر آخر الزماں کے متعلق یہ پیشگوئی درج تھی کہ وہ مکہ معظمہ میں پیدا ہوں گے، مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کریں گے اور ان کی بادشاہت شام میں ہوگی۔ حضرت امیر معاویہؓ کا تقرر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شام میں کیا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی

آپ کو قائم رکھا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یہ تمام ملک پر حاکم مقرر ہو گئے۔ (تاریخ الخلفاء)

اردو انسائیکلو پیڈیا مطبوعہ فیروز سنز میں ہے۔ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت شان و شوکت کے ساتھ ۱۹ سال حکومت کی۔"

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "حضرت امیر معاویہؓ بیس سال تک امیر بھی رہے اور خلیفہ" یعنی آپ اپنے دور حکومت میں شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ کی وجہ سے بادشاہ معلوم ہوتے تھے اور عدل و انصاف کی بنا پر خلیفہ۔

اس بحث سے واضح طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک عادل و انصاف پسند بادشاہ کی حیثیت سے انیس یا بیس سال تک حکومت کی۔ آپ کے بادشاہ بننے کی پیشگوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما گئے تھے۔ کتب سابقہ میں بھی اس بادشاہت کے قیام کا کھلا ہوا اشارہ تھا، اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی وجاہت دیکھ کر ان کو "عرب کے کسریٰ" فرماتے تھے اب جبکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بادشاہ ہی تھے تو یہ کہنا کیونکہ درست ہوگا کہ انہوں خلافت کو

بادشاہت میں تبدیل کر کے بہت بڑی غلطی کی؟

حق تو یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے مطابق کہ "میرے بعد خلافت تیس برس تک رہے گی پھر بادشاہت شروع ہو جائے گی"! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خلافت کو بادشاہت میں تبدیل کرنے سے الزام سے صاف بری ہو جاتے ہیں۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی شش ماہہ زمانۂ خلافت کے بعد خلافت راشدہ جو علیٰ منہاج نبوت تھی ختم ہو گئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی ایک تو اس لئے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشگوئی پوری ہو جائے کہ یہ میرا بیٹا (حضرت حسنؓ) مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں میں صلح کا باعث ہوگا اور دوسرے اس لئے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے مطابق خلافت کا زمانہ ختم ہو گیا تھا اور اب بادشاہت کا دور شروع ہو رہا تھا۔ جس کا آغاز امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت سے ہوا۔

بادشاہت کے قیام کے بعد یزید کو اپنا ولیعہد بنانا

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے جائز ہو گیا تھا اگرچہ یزید اپنے فسق و فجور کی وجہ سے اس کا اہل نہ تھا، مگر بقول ابن خلدون " ملک و سلطنت عصبیت کا ایک طبعی نتیجہ ہے جس میں اختیار کو دخل نہیں، عصبیت کا خود وجود اس کا متقاضی ہے۔" دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ " اگر معاویہؓ کسی اور کو ولیعہد بناتے تو بنی امیہ خود اس پر پلٹ پڑتے۔ کیونکہ بنی امیہ اپنے خاندان سے سلطنت کے منتقل ہونے کو کسی قیمت پر گوارا کرنے کے لیے تیار نہ تھے؛

اگر حضرت امیر معاویہؓ یزید کی جگہ کسی اور کو ولیعہدی کیلئے منتخب کرتے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا کہ پورے ملک میں زبردست شورش برپا ہو جاتی، اور مسلمان ایک دوسرے کو اس کثرت سے قتل کرتے کہ خون کے دریا بہہ جاتے اس طرح اسلامی سلطنت کا وجود ہی خطرے میں پڑ جاتا نہیں کہا جا سکتا کہ اگر ایسی صورت حال پیدا ہو گئی ہوتی تو دشمنانِ اسلام کے ہاتھوں مسلمانوں کو کیا کچھ دیکھنا پڑتا اور طویل و عریض سلطنت اسلامیہ کا کیا حال ہوتا؟ ان کا وجود آزادی باقی بھی رہتا یا نہیں!

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ حیات میں یزید کی اصلاح کی نہ صرف خود کوشش کی بلکہ ان کے بعض مصاحبین نے بھی یزید کو راہِ راست پر لانے کی ہر ممکن سعی سے کام لیا۔

ڈاکٹر طٰہٰ حسین مصر کے مورخ و محقق کا بیان ہے کہ "اپنے باپ کے زمانے میں ولیعہد ہونے سے پہلے کی زندگی میں یزید عیش کوشی اور الہالہوسی میں حد سے متجاوز تھا اتنا کہ لوگوں میں یہ بات عام ہوگئی اور زیاد کو احتیاط کا مشورہ دینا پڑا اور معاویہ رضؓ کی توجہ مبذول کرانی پڑی کہ لڑکے کے چال چلن پر نظر رکھیں اس کے لئے زندگی میں رہنمائی کا وہ سامان مہیا کریں جو ولیعہدی کی امیدواری کے مناسب ہو اور جو اس میں ایسی اہلیت پیدا کردے کہ بعد میں اتنی بڑی حکومت وہ سنبھال سکے چنانچہ امیر معاویہ رضؓ نے اس کی اصلاح کی طرف توجہ کی اندر رومیوں سے معرکوں میں اس کو مقابلے کے لئے بھیجا اور اس پر نگرانی رکھی لیکن جیسی اصلاح وہ چاہتے تھے نہ کرسکے ادھر حکمرانی کے معاملات نے ان کو مصروف رکھا۔ اور ادھر بے لگام ہوس رانی سے خود صاحبزادے فرصت نہ پاسکے "

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

"یزید ایک قریشی نوجوان تھا۔ لہو و لعب کا دلدادہ سیر و شکار کا شوقین، شوخ، بے باک، ہوسناک نمازوں سے یکسر غافل، امیر معاویہؓ نے اس کو لگام لگائی۔ رومی معرکوں میں بھیجا امیر الحج بھی مقرر کیا یہ سب ولیعہد ہونے کی تمہید تھی۔ جب دیکھا کہ اب یزید کی روش ٹھیک ہو گئی ہے تو دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے اس کے ولیعہد ہونے کا اعلان کر دیا۔"

بہرصورت امیر معاویہؓ نے ذاتی طور پر اور ان کے مصاحبین نے یزید کی اصلاح میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کیا لیکن یزید کے مقدر میں جو رسوائی ازل سے لکھی ہوئی تھی، اس کا علاج کسی کے بس کا روگ نہ تھا تاہم حضرت امیر معاویہؓ نے اس سلسلہ میں اپنا فرض پورے طور پر ادا کر دیا۔

یزید کی تخت نشینی

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد رجب ۶۰ھ میں یزید بن معاویہؓ تخت نشین ہوا، یہیں

سے امارۃ الصبیان یعنی لڑکوں کی امارت کا آغاز ہوا کہ جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی کیونکہ اس کی بنیاد ظلم اور زیادتی پر تھی جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث سے ظاہر ہے۔ اِنَّ ھٰذَا الاَمرَ بَدَءَ نُبُوَّۃً وَرَحمَۃً ثُمَّ یَکُونُ خِلَافَۃً وَرَحمَۃً ثُمَّ مُلکًا عَضُوضًا ثُمَّ مُلکًا جَبرِیَّۃً وَعُتُوًّا وَفَسَادًا فِی الاَرضِ یَستَحِلُّونَ الحَرِیرَ وَالفُرُوجَ وَالخُمُورَ

یہ کام نبوت اور رحمت سے شروع ہوا، پھر خلافت اور رحمت ہوگی پھر سخت بادشاہی۔ پھر سلطنت زیادتی اور ظلم کی اور پھر ملک میں فساد ہوگا۔ حریر۔ فروج اور خمور (شراب کو حلال جانیں گے (منصب امامت صفحہ ۱۷۷ اسمٰعیل دہلوی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ مبارک نبوت و رحمت کا زمانہ تھا، خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا زمانہ خلافت و رحمت کا زمانہ تھا۔ سخت بادشاہی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بادشاہی کی طرف اشارہ ہے کیونکہ کیونکہ بقول علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ " انہوں نے بیس برس تک اس طرح حکومت کی کہ کسی امیر یا کسی عامل نے

کسی جگہ سر نہیں اٹھایا۔" زیادتی اور ظلم والی سلطنت کی ابتدا یزید ہی سے ہوئی اس کے زمانے میں ملک میں جو فساد ہوئے ان کی مثال ملنا محال ہے۔ اس کے زمانے سے حریر۔ فروج اور خمور کو حلال سمجھا جانے لگا اس لئے کہ وہ خود ان باتوں کا دلدادہ تھا۔ گذشتہ اوراق میں اس کی تفصیل بیان ہو چکی ہے۔

مورخین کا بیان ہے کہ یزید نے تخت نشین ہونے کے بعد بھی اپنے افعال کو خیرباد نہیں کہا بلکہ وہ ننگ خاندان ثابت ہوا۔ اس نے اپنے والد کی نصیحتوں کو یکسر نظر انداز کر دیا اس کے چال چلن اور اس کے اخلاق و اعمال میں کوئی نمایاں تبدیلی نہیں ہوئی۔

مصر کے مورخ ڈاکٹر طٰہٰ حسین فرماتے ہیں۔

" اب یہ نوجوان (یزید) آتا ہے اور ایک طویل و عریض سلطنت پا جاتا ہے جس کا دامن تو دولت سے مالا مال ہے لیکن اس کی سیاست پیچ در پیچ ہے۔ اس عظیم سلطنت کے بنانے میں اس نوجوان کا کوئی حصہ نہیں۔ اس نے اس کے قیام و استحکام میں نہ کوئی محنت کی نہ مشقت اٹھائی۔ حاکم بن گیا، لیکن

حکومت کی خاطر نہ اس نے لطف و لذت کے مشاغل چھوڑے اور نہ لہو و لعب کی بیہودگیوں سے باز آیا تخت حکومت پر پر بیٹھ جانے کے بعد یقین کر لیا کہ دنیا اس کی تابع فرمان ہے اور تمام کام بدستور چلتے رہیں گے اس نے یہ حقیقت اپنے دل سے بالکل بھلا دی کہ باپ نے اس کی حکومت کیلئے دنیا کو ہموار کرنے میں کیسی کیسی محنت برداشت کی اور کن کن مشکلات کا مقابلہ کیا۔" (عثمانؓ و علیؓ اردو ترجمہ صفحہ ۵۶)

تاریخ شام (اردو ترجمہ مولانا غلام رسول مہر)

صفحہ ۴۵۲ پر ہے۔

" یزید کی تربیت اس کے والد نے جزوی طور پر بادیہ میں اور خصوصاً حرمین کی تھی جہاں اس کا مسیحی قبیلہ پھرتا رہتا تھا۔ دار الحکومت میں بھی وہ مسیحیوں سے ملتا جلتا رہتا تھا۔ سینٹ جان مذہبی عہدہ داری سے پہلے یزید کا خاص رفیق تھا، صحرا میں پھرتے پھراتے یزید کو شکار کا شوق پیدا ہو گیا تھا۔ شہر میں ہوتا تو شراب پیتا اور شعر کہتا۔"

اردو انسائیکلوپیڈیا کے صفحہ ۱۳۸۶ پر ہے۔

" یزید امیر معاویہ کا بیٹا فاسق و فاجر تھا، حضرت

امام حسینؓ نے اس کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا؟
فاسق کا لغوی معنیٰ ہیں بدکار، نافرمان، گنہگار، پاپی سرکش، زناکار۔ المعجم الاعظم عربی اردو لغات صفحہ ۲۱۳۲
فاجر کے معنیٰ ہیں۔ زناکار۔ بدکار۔ دوسرے کے ساتھ مل کر شرارت کرنے والا۔
المعجم الاعظم عربی اردو لغات صفحہ ۲۴۸۶
قرآن کریم میں کئی جگہ فاسقوں کا ذکر آیا ہے۔ اور ان کی علامتیں بھی بیان ہوئی ہیں، چنانچہ پارہ اوّل میں فاسق کی ایک علامت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ اللہ کے عہد و اقرار کو توڑ دیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ وما یُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِیْنَ اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے کسی کو گمراہ نہیں کرتا سوائے فاسقین کے۔ تفسیر مواہب الرحمٰن میں ہے کہ جو ہر امرِ حق و سنتِ صحیحہ سے باہر ہو وہ فاسق ہے لیکن فسق کے مراتب ہو جائیں گے۔ چنانچہ جو شخص عملِ سنت سے خارج ہو وہ عملی بدعتی ہے۔ اور جو شخص اعتقادِ سنت سے خارج ہو وہ اعتقادی مبتدع ہے اور جو شخص حرام کا مرتکب ہو اس کو اصطلاح میں فاسق کہتے ہیں

قرآن حکیم نے فاسقین کے متعلق خود فرمایا کہ اَلَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِیْثَاقِهٖ یعنی فاسقین ایسے لوگ ہیں جو اللہ کے عہد کو اس کی مضبوطی کے بعد توڑتے ہیں ایسے لوگ اسلام سے خارج ہیں ایسے لوگوں میں کافر منافق. یہود و نصاریٰ. خوارج . روافض . معتزلہ . جہمیہ . نیچریہ غرضیکہ تمام بدفرقے شامل ہیں. کیونکہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد و اقرار کو اس کی مضبوطی کے بعد توڑ دیتے ہیں. مومنین کی صفات میں رب تعالیٰ کا ارشاد ہے اَلَّذِیْنَ یُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا یَنْقُضُوْنَ الْمِیْثَاقَ یعنی مومن ایسے بندے ہیں جو اللہ تعالیٰ کا عہد پورا کرتے ہیں اور میثاق کو نہیں توڑتے.

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آزمانے اور آزمائش میں پورا اترنے کے بعد ارشاد فرمایا تھا۔ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا یقیناً میں تمہیں تمام لوگوں کا امام بنانے والا ہوں اس انعام کو دیکھکر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فوراً بارگاہ خداوندی میں عرض کیا قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ اور میری اولاد میں سے یعنی کیا یہ منصب امامت میری اولاد کو بھی ملے گا قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ فرمایا

میرا یہ عہد ظالموں کو نہیں پہنچے گا۔ مطلب یہ کہ میرا عہد مومنین صالحین کے لئے تو ہے مگر ظالموں کے لئے نہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت مومنین وصالحین ہیں یہ لوگ امامت کے زیادہ مستحق ہیں۔ اگرچہ دوسرے مومنین و صالحین بھی حقدار ہیں۔

آخر زمانے میں خلافت علیٰ منہاج نبوت پھر وجود میں آئے گی۔ اور حضرت امام مہدی علیہ السلام منصب خلافت و امامت پر فائز ہوں گے۔ اور آپ کا تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلبیت ہی سے ہوگا۔

یزید نے اہلبیت رسول علیہ السلام کے اُس اعزاز واکرام کو جو انہیں خدا اور رسول علیہ السلام کی بارگاہ سے عطا ہوا تھا۔ لحاظ نہیں کیا، حتیٰ کہ اس باب میں اُس نے اپنے والد کی نصیحتوں کی پرواہ تک نہ کی۔ اس نے اہلبیت نبوی کی تحقیر و تذلیل میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ اس نے عہد الٰہی کو توڑ دیا۔ اور ظالموں میں شامل ہوگیا۔ خدا پناہ میں رکھے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فرزند ارجمند حضرت محمد الحنفیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا جاتا ہے کہ "یزید

نماز کی پابندی کرنے والا۔ نیک کاموں میں سرگرم۔ مسائل فقہ پر گفتگو کرنے والا اور سنت نبوی کا پیروی کرنے والا“ تھا اور یہ کہ یزید جمعہ و عیدین کی بحیثیت امیر جماعت کرانا۔ نماز کے بعد مجالس علمی منعقد کرتا فقہ و حدیث کے علاوہ علم الانساب میں اس کو خاص مہارت حاصل تھی“۔

یزید کا نماز پڑھنا۔ یا جمعہ و عیدین کو امامت کرانا اس کے متقی و پرہیزگار ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں منافقین بھی نماز پڑھا کرتے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے باجماعت نماز ادا کرتے آپ کی مجلسوں میں جاتے۔ حضور علیہ السلام کا وعظ بھی سنتے، جہاد میں بھی شریک ہوتے غرض کہ کئی طرح کے نیک کام کرتے مگر ان نیکیوں سے ان کی منافقت میں کوئی فرق نہیں آیا وہ منافق ہی رہے۔ اور قرآن مجید ان کی مذمت ہی کرتا رہا۔

حضرت محمد الحنفیہ رضی اللہ عنہ نے اگر یزید کو نماز پڑھتے ہوئے یا نیک کام کرتے ہوئے دیکھ بھی لیا تو اس سے یزید کے فسق و فجور میں کوئی کمی نہیں آئی۔ وہ پھر بھی فاسق و فاجر ہی رہا۔ اس لئے کہ فاسق و فاجر بھی نماز پڑھ لیتا ہے اور بظاہر کئی

نیک کام کر لیتا ہے اسکی نیکی اور خالص مومن کی نیکی میں آسمان و زمین کا فرق ہے۔ مشہور کتاب ابریز کے اردو ترجمہ خزینۂ معارف کے حصہ دوم میں قطب زماں حضرت شیخ عبد العزیز دباغ مغربی رحمۃ اللہ علیہ فاسق کی یہ تعریف فرماتے ہیں:۔

"فاسق وہ لوگ ہیں جو عبادت کرتے ہیں مگر عبادت اور اطاعت ان کی ذات سے بغیر نیت اور ارادہ کے ہوتی ہے بلکہ اس لئے یہ ان کی عادت بن چکی ہوتی ہے۔ اس لئے اطاعت کی حالت میں ان کے حرکات و سکنات عادت کی وجہ سے اور طبیعت کی موافقت کی وجہ سے ہوتے ہیں اور اس میں کوئی مقصد نہیں ہوتا لہٰذا ان کی اس اطاعت سے کوئی غرض نہیں ہوتی نہ صحیح نہ فاسد اسی لئے ان کی عبادت نہ اللہ کے لئے ہوتی ہے اور نہ کسی اور کے لئے ان کی عبادت صرف اس لئے ہوتی ہے کہ یہ ان کی طبیعت اور عادت بن چکی ہوتی ہے"

حضرت شیخ مغربی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان سے یزید کی نمازوں اور اس کی نیکیوں کی حقیقت واضح ہو گئی۔ وہ چونکہ فاسق و فاجر تھا اس لئے اس کا نمازیں پڑھنا وغیرہ محض طبیعت کی موافقت اور عادت کی وجہ تھا نہ اس میں اس کی نیت کو دخل تھا نہ

اس کے ارادے کو اور نہ اسکی یہ عبادت خدا کے لئے تھی جو کچھ تھا سب بے مقصد تھا۔

اگر وہ عالم تھا اور فقہ وحدیث کا ماہر تھا۔ تو کیا قرآن اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسے اہلبیت نبوی کی فضیلت اور ان کی شرافت و بزرگی معلوم نہیں ہوئی؟ کیا احادیث میں اس نے یہ نہیں پڑھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہلبیت خصوصاً حضرت فاطمۃ الزہرا۔ علی المرتضیٰ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم سے بے پناہ محبت کرتے تھے؟ کیا احادیث سے یزید کو یہ معلوم نہیں ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو اہل بیت سے محبت کرنے اور ان کا احترام کرنے کی ہدائتیں فرمائی ہیں؟ اگر ان باتوں کا جواب اثبات میں ہے تو پھر یہ بتایا جائے کہ یزید نے اہلبیت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام بالخصوص حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو کچھ کیا اور کروایا کیا معاذ اللہ یہ ان کے ساتھ اظہار محبّت اور اظہار اکرام تھا؟ کیا یہی سنت نبوی کا اتباع ہے؟ وہ یقیناً فاسق وفاجر تھا۔ اور فاسق و فاجر اللہ تعالےٰ کا نافرمان اور امر حق سے انکار کرنے والا ہوتا ہے۔

اب رہی یہ بات کہ اس کو علم الانساب میں خاصی مہارت تھی، اگر ایسا ہی تھا تو کیا اسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب کی شرافت کا علم نہیں تھا؟

اگر کہا جائے کہ تھا تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے، کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسبی تعلق رکھنے والوں کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ یزید نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسبی تعلق رکھنے والے بزرگوں کے ساتھ جو برتاؤ کیا اس نے یزید کو دنیا میں ذلیل و خوار اور آخرت میں خائب و خاسر کر دیا۔ یزید نے آنحضرت علیہ السلام کے قرابتداروں کے ساتھ محبت کی بجائے بے مثال دشمنی کی اور ان کے اعزاز و اکرام کی جگہ بزعم خویش ان کی انتہائی تحقیر و تذلیل کی اور اس طرح خود ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حقیر و ذلیل ہو گیا۔

آیت مودۃ

آیت مودۃ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى سے امت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابتداروں اور گھر والوں کی محبت واجب ہو جاتی ہے۔ یزید نے اس وجوب سے انکار کیا تو فاسق ہو گیا کیونکہ ہر امر حق

سے انکار کرنے والا فاسق ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ السلام سے فرمایا کہہ دیجئے میں اس (تبلیغ) پر تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا۔ مگر محبت قرابت کی۔

تفسیر ابن کثیر میں اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا" قریش کے جس قدر قبیلے تھے سب کے ساتھ حضور کی رشتہ داری تھی۔ تو مطلب یہ ہے کہ تم اس رشتہ داری کا لحاظ رکھو جو مجھ میں اور تم میں ہے۔ اس میری قرابت کا جو حق تم پر ہے وہ ادا کرو۔ مسند احمد میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ کہہ دیجئے کہ میں نے تمہیں جو دلیلیں دی ہیں جس ہدایت کا راستہ بتایا ہے تم سے کوئی اجر نہیں چاہتا۔ سوائے اس کے کہ تم اللہ کو چاہنے لگو اور اس کی اطاعت کی وجہ سے اس سے قرب اور نزدیکی حاصل کرو۔

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ تم میری قرابت کے ساتھ احسان اور نیکی کرو۔ آیت مودّۃ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کے موافق قریش کے تمام قبیلوں سے محبت کرنے اور ان کا لحاظ رکھنے کا وجوب نکلتا ہے۔ لیکن اس میں بھی تخصیص خاندان بنی ہاشم ہی کی ہوگی۔ اس لئے

کہ حضرت واثلہ رضؓ بن اسقع کی روایت کے مطابق قبائل قریش میں فضلیت بنی ہاشم ہی کی ثابت ہوتی ہے یہ روایت مسلم شریف میں ہے۔

عن واثلۃ بن الاسقع قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ان اللہ اصطفیٰ کنانۃ من ولد اسمٰعیل واصطفیٰ قریشاً من کنانۃ واصطفیٰ من قریشٍ بنی ھاشم واصطفانی من بنی ھاشم حضرت واثلۃ ابن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا انہوں نے کہ سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد اسمٰعیلؑ سے کنانہ کو برگزیدہ کیا. کنانہ سے قریش کو، قریش سے اولاد ہاشم کو اور اولاد ہاشم سے مجھ کو برگزیدہ فرمایا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں اسی حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ" پس وی صلی اللہ علیہ وسلم برگزیدہ ترین برگزیدگان و خلاصۂ خلاصہا باشد" پس ثابت ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب میں برگزیدہ اور سب کے خلاصہ ہیں۔

مسلم کی حدیث سے یہ واضح ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قریش کے تمام قبائل رشتہ داری کی بنار پر واجب الاحترام تو ضرور ہیں۔ مگر بنی ہاشم کا قبیلہ ان میں ممتاز ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی ہاشم میں برگزیدہ ہونے کی وجہ سے تمام قبائل میں برگزیدہ ہیں اس لئے آپ کا ادب واحترام سب سے زیادہ ہے اور اسی ادب واحترام کے مستحق آپ کے قرابتدار ہیں کہ انہیں آپ سے نسبت وقرابت ہے۔ اور آیت مودّۃ کی رو سے یہی سب سے زیادہ محبت کے حق دار ہیں"

یزید نے انہی سے زیادہ دشمنی کی، انہی کو سب سے زیادہ ستایا۔ اور اس بنا پر خدا اور رسول علیہ السلام کا معتوب بن گیا اور عامۃ الناس میں بدنام و رسوا ہو گیا۔

مسند احمد کی روایت کے مطابق قربیٰ سے مراد اللہ کی اطاعت کی وجہ سے اس کا قرب اور نزدیکی حاصل کرنا ہے تو اس قرب و نزدیکی کے لئے بھی اللہ کی اطاعت کو شرط قرار دیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے گھر والوں سے محبت کرنا اور ہر بات میں ان کا لحاظ رکھنا اللہ

اطاعت سے باہر نہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے خود ایسا کرنے کی ہدایت فرمائی ہو، یزید نے اس کے خلاف کیا اس لئے اسے اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب نہیں ہو سکا بلکہ وہ رحمت و رضوان الٰہی سے بہت دور جا پڑا۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے مَوَدَّۃَ فِی القربیٰ کا ترجمہ کیا ہے کہ میری قرابت کے ساتھ احسان اور نیکی کرو یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والے اہلبیت ہی مراد ہیں جن سے احسان و نیکی کا خدا تعالیٰ کی طرف سے حکم دیا جا رہا ہے۔ یزید نے بالکل اس کے خلاف کیا لہذا مورد عتاب الٰہی بنا اسکی دلیل یہ ہے کہ مسلمان اس کا نام برائی سے لیتے ہیں اور اسکی بد اعمالیوں اور بدکرداریوں کی وجہ سے اسے اچھا نہیں کہتے۔

تفسیر ابن کثیر میں آیت مودّۃ کے شرح میں ابوالدیلم کی روایت سے لکھا ہے کہ جب حضرت علیؓ بن حسینؓ کو قید کرکے لایا گیا اور دمشق کے بالاخانے میں رکھا گیا، تو ایک شامی نے کہا خدا کا شکر ہے کہ اس نے تمہیں قتل کرایا اور تمہارا ناس کرا دیا اور فتنہ کی ترقی کو روک دیا یہ سن کہ آپ نے

فرمایا کیا تو نے قرآن بھی پڑھا ہے اس نے کہا کیوں نہیں؟
فرمایا اس میں حٰمٓ والی سورتیں بھی پڑھی ہیں؟ اس نے کہا
واہ سارا قرآن پڑھ لیا اور حٰمٓ والی سورتیں نہیں پڑھیں!
آپ نے فرمایا پھر کیا ان میں اس آیت کی تلاوت تو نے نہیں کی

قل لا اسئلکم علیہ اجرًا الا المودۃ فی القربیٰ

یعنی میں تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا مگر محبت قرابت کی
اس نے کہا پھر کیا تم وہ ہو!؟

آپ نے فرمایا

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ کی اس تقریب سے
بھی ثابت ہوا آیت مودتہ میں قربیٰ سے مراد رسول اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابتدار ہیں.

حضرت عمرو بن شعیبؓ سے جب اس آیت کی تفسیر
پوچھی گئی تو فرمایا مراد قرابت رسول علیہ السلام ہے.

علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں ،، اہلبیت کے ساتھ احسان و
سلوک اور ان کا اکرام واحترام ضروری چیز ہے. روئے زمین
پر ان سے زیادہ پاک اور صاف ستھرا گھرانا اور نہیں
حسب و نسب میں اور فخر و مباہات میں بلا شک یہ سب سے

اعلیٰ ہیں بالخصوص ان میں سے وہ جو متبع سنت نبی علیہ السلام ہوں جیسے کہ اسلاف کی روش تھی یعنی حضرت عباسؓ اور آل عباسؓ حضرت علیؓ اور آل علیؓ رضی اللہ عنہم اجمعین۔"

ایک مرتبہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ قریش باتیں کرتے ہوتے ہیں ہمیں دیکھ کر چپ ہو جاتے ہیں۔ یہ سنکر مارے غصّے کے آپ کی پیشانی پر بل پڑگئے اور فرمایا کہ واللہ کسی مسلمان کے دل میں ایمان جاگزیں نہیں ہوگا جب تک کہ وہ اللہ کے لئے اور میری قرابتداری کی وجہ سے محبت نہ رکھے۔ (ابن کثیر)

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔" لوگو! حضور علیہ السلام کا لحاظ حضورؐ کی اہلبیت میں رکھو۔ ایک اور صحیح روایت میں ہے کہ آپ نے حضرت علیؓ سے فرمایا۔ خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابتداروں سے سلوک کرنا مجھے اپنے قرابتداروں کے سلوک سے بھی پیارا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا" واللہ تمہارا اسلام لانا مجھے اپنے والد خطاب

کے اسلام لانے سے بھی اچھا لگا اس لئے کہ تمہارا اسلام حضور کو خطاب کے اسلام سے زیادہ محبوب تھا۔

شبیر احمد صاحب عثمانی (مرحوم) اس آیت کی شرح میں لکھتے ہیں۔

"کوئی شبہ نہیں اہل بیت اور اقارب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و تعظیم اور حقوق شناسی امت پر لازم و واجب ہے اور جزو ایمان ہے۔ اور ان سے درجہ بدرجہ محبت رکھنا حضور علیہ السلام کی محبت پر متفرع ہے"۔

یزید نے حضرت امام حسینؓ اور اہلبیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ظالمانہ اور معاندانہ اقدام کر کے قرآن و حدیث اور سنت صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اس پر بھی اسے حق پر اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو (معاذ اللہ) غلطی پر سمجھا جائے تو یہ انتہائی قساوت قلبی ہے اور کھلی ہوئی گمراہی ہے۔

بہار شریعت حصہ اول صفحہ ۷۶ پر ہے

"حضرت حسین رضی اللہ عنہما یقیناً اعلیٰ درجہ شہدائے کرام سے ہیں ان میں کسی کی شہادت کا منکر گمراہ بد دین خاسر ہے۔ یزید پلید فاسق فاجر مرتکب کبائر تھا۔

معاذ اللہ اس سے اور ریحانۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے کیا نسبت اہلبیت کرام رضی اللہ عنہم مقتدایان اہل سنت ہیں جو ان سے محبت نہ رکھے مردود و ملعون خارجی ہے۔

البتہ یزید کو کافر کہنے اور اس پر لعنت کرنے میں علمائے اہل سنت کے تین قول ہیں اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مسلک سکوت ہے یعنی اسے فاسق و فاجر کہنے کے سوا نہ کافر کہیں نہ مسلمان۔"

ملفوظات اعلحضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ حصّہ اول صفحہ ۱۳۴ پر تحریر ہے۔

"یزید کو اگر کوئی کافر کہے تو ہم منع نہ کریں گے اور خود نہ کہیں گے۔"

یزید فاسق و فاجر تو تھا ہی اب رہی یہ بات کہ اس پر لعنت جائز ہے یا نہیں؟ یا اسے کافر کہا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ پر انشاء اللہ آئندہ صفحات میں تفصیلی بحث کی جائے گی۔ اب ذرا حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں یزید کا مقام

ملاحظہ فرمائیے۔

ابریز کے اردو ترجمہ خزینۂ معارف کے صفحہ ۴ پر ہے
"اس میں کوئی شک نہیں کہ جعلی اور بناوٹی صوفی حقیقی اولیاء اللہ اور صوفیا کے بھیس میں لوگوں کے سامنے آ کے ان کی جیبوں پر ڈاکہ ڈالتے اور طرح طرح کی چالوں سے عوام کو دھوکہ دیتے ہیں جس سے حقیقی صوفی اور اہل طریقت بدنام ہو جاتے ہیں اور لوگ ان سے بھی بدظن ہو جاتے ہیں انہی صوفی نما لوگوں کے متعلق مولانا رومؒ فرماتے ہیں۔

حرفِ درویشاں بدزدیدہ بسے ؛ تا گماں آید کہ ہست او کسے
خوردہ گیرد در سخن بر بایزید ؛ ننگ دارد از درونِ او یزید
ہر کہ داند مرد را چوں بایزید ؛ روزِ محشر حشر گردد بایزید
(مثنوی دفتر اوّل)

یہ صوفی نما لوگ صوفیوں کے الفاظ یاد کر لیتے ہیں تاکہ لوگوں کو ان کے متعلق بھی صوفی ہونے کا گمان ہو۔ یہ لوگ اپنی تقریروں میں حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ پر بھی نکتہ چینی کر جاتے ہیں۔ حالانکہ ان کا باطن اس قدر سیاہ

ہوتا ہے کہ اسے دیکھکر یزید کو بھی شرم آجائے لہٰذا جو شخص ایسے آدمی (صوفی نما) کو بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ جیسا سمجھے گا اس کا حشر یزید کے ساتھ ہوگا"

مولانا روم علیہ الرحمۃ نے ان اشعار میں یہ حقیقت واضح فرمائی ہے کہ کچھ لوگ حقیقی اولیاء کی باتیں یاد کرکے صوفیاء کے روپ میں لوگوں کو دھوکہ اور فریب دیتے ہیں اور خود کو حقیقی صوفی ظاہر کرتے ہیں۔ بلکہ اکابر اولیاء اللہ پر بھی نکتہ چینی کر جاتے ہیں۔ تاکہ عوام کی نظروں میں ان کا بہت بڑا مقام ظاہر ہو۔ حالانکہ یہ لاشئے ہوتے ہیں ان کا باطن بد اعمالی کی وجہ سے ایسا تاریک ہوتا ہے کہ یزید جیسے سیاہ دل کو بھی ان کی حالت دیکھ کر شرم آجائے مولانا فرماتے ہیں کہ ایسے بناوٹی صوفیوں کا حشر یزید ہی کے ساتھ ہوگا۔ کیونکہ ان کی اور یزید کی حالت یکساں ہے

مَن تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ۔

یزید اگر نمازیں پڑھتا تھا ڈاکٹر طہٰ حسین مصر کے نامور محقق اور نقاد کی روایت ہے کہ یزید نمازوں سے یکسر غافل تھا، جمعہ و عیدین کی امامت کراتا تھا۔ فقہ و حدیث

اور علم الانساب میں مہارت رکھتا اور نمازوں کے بعد
علمی مجلسیں لگاتا تھا۔ تو یہ سب کچھ محض دکھاوے کے لئے تھا۔
تا کہ لوگ اسے عالم اور نمازی سمجھیں وہ جو کچھ بھی کرتا تھا محض
نقالی کرتا تھا اور اس طرح لوگوں کو دھوکہ اور فریب دیتا تھا۔
اور عوام کی نظر میں بزرگ اور صاحب فضیلت بننا چاہتا تھا
اس چالبازی اور مکاری میں وہ کسی حد تک کامیاب بھی ہوا
کہ اس کے چند مداح پیدا ہو گئے کہ جنھوں نے امام حسین رضی اللہ
جیسی بے مثال شخصیت سے اس کو افضل سمجھا۔ یزید کو
امیر المؤمنین خلیفہ اور نہ جانے کیا کیا کہا اور حضرت امام حسین
رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ باغی قرار دیا مولانا روم علیہ الرحمتہ
کے نزدیک یزید بدباطن اور سیاہ دل ہے اور یہی حق ہے
اس نے وہی روش اختیار کی جو بناوٹی صوفی حقیقی صوفیوں
کے خلاف اختیار کرتے ہیں۔ یزید نے صرف اپنے سے کہیں افضل
بلکہ روئے زمین پر سب سے زیادہ افضل شخصیت حضرت
امام حسین رضی اللہ عنہ کے خلاف لب کشائی کی اور اس طرح
خود کو ان سے افضل ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی اب ایسی
ہی ناکام کوششیں اس کے بہی خواہ کر رہے جن کے دل یزید

کے دل سے بھی زیادہ سیاہ ہیں ان کا حشر یزید ہی کے ساتھ ہوگا. انشاء اللہ۔

یزید بن معاویہؓ خدا کے حضور

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۝

(پارہ ۲۲۔ سورۂ احزاب)

بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دُنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بے کئے ستاتے ہیں انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا. تفسیر ابن کثیر میں ہے. یہ آیت عام ہے کسی طرح بھی خدا کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تکلیف دے وہ اس آیت کے ماتحت ملعون اور معذّب ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینا گویا خدا کو ایذا دینا ہے جس طرح

آپ کی اطاعت عین اطاعت خدا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں ہمیں اللہ کو یاد دلاتا ہوں دیکھو خدا کو بیچ میں رکھ کر میں تم سے کہتا ہوں کہ میرے اصحاب کو میرے بعد نشانہ نہ بنا لینا، میری محبت کی وجہ سے ان سے بھی محبت رکھنا ان سے بغض و بیر رکھنے والا مجھ سے دشمنی کرنے والا ہے انہیں جس نے ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی، اس نے خدا کو ایذا دی اور جس نے خدا کو ایذا دی یقین مانو کہ خدا اس کی بھوسی اڑا دے گا۔

کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت امام حسین رض اور ان کے ساتھیوں پر کربلا کے میدان میں یزید اور یزیدیوں کے ہاتھوں جو کچھ ہوا اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا نہ پہنچی ہوگی، یقیناً آپ کی روح مبارک تڑپ اٹھی ہوگی اور آپ مضطرب الحال ہوگئے ہوں گے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ آپ کے نواسے ہیں، آپ نے ان کو اپنا بیٹا فرمایا، ان کو اپنا پھول قرار دیا انہیں صرف اپنا ہی محبوب نہیں بنایا بلکہ خدا تعالیٰ سے درخواست کی کہ یا اللہ تو بھی اسے محبوب رکھ، اور حضرت علی، حضرت فاطمہ الزہرا حضرت امام حسن، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم کے بارے میں

ارشاد فرمایا کہ جو ان سے جنگ کرے گا میں اس سے جنگ کرنے والا ہوں۔ حسنین کریمین کو جنتی نوجوانوں کا سردار فرمایا، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ خدا اسے دوست رکھے جو حسینؓ کو دوست رکھے۔ ان تمام ارشادات نبوی

امام حسین رضی اللہ عنہ کے جن بلند مقامات کی طرف اشارہ ہوتا ان کے پیش نظر یزید نے آپ کے ساتھ جو سلوک کیا اُس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت ایذا پہنچی اس طرح یزید نے خدا تعالیٰ کو بھی ایذا پہنچائی۔

اللہ اور رسول علیہ السلام کو ایذا پہنچانے والے کے لئے اس آیت میں جو عذاب رکھا گیا ہے، وہ دُنیا و آخرت میں اُس پر خدا کی لعنت ہے اور دردناک عذاب ہے، یزید اہلبیت رسول علیہ السلام کے ساتھ اپنے بدترین سلوک کی وجہ سے خدا کی لعنت سے نہ دُنیا میں بچ سکا نہ آخرت میں بچے گا اس کے لئے وہاں دردناک عذاب بھی ہوگا، عالم برزخ میں نہیں کہا جا سکتا کہ اس پر کیا گزر رہی ہوگی؟ آخرت کے عذاب کو تو انشاء اللہ سب ہی دیکھ لیں گے۔

آیت کا دوسرا حصہ جس میں فرمایا گیا ہے وَالَّذِينَ

يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۝ اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بے کئے ستاتے ہیں انہوں نے بہتان اور کھلا گنا اپنے سر لیا۔

تفسیر کنز العرفان میں اس آیت کا شان نزول یہ لکھا ہے کہ "یہ آیت منافقین کے حق میں نازل ہوئی جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ایذا دیتے تھے اور ان کے حق میں بدگوئی کرتے تھے"

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ "جو لوگ بے گناہ ایمانداروں کی طرف ان برائیوں کو منسوب کرتے ہیں جن سے وہ بری ہیں وہ بڑے بہتان باز اور زبردست گناہگار ہیں"

یزید کے دوستوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے کے بارے میں یزید کا ساتھ دیکر اس کی مدحت سرائی میں اس حد تک غلو کیا کہ انہوں نے اسکی تمام ظالمانہ کارروائیوں کو غلط استدلال کے ذریعہ سے حق پر مبنی قرار دیا اسے خلیفہ برحق مانا اور امام حسین رضی اللہ عنہ کو باغی ٹھہرایا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ پر بغاوت کا یہ الزام کھلا ہوا بہتان ہے۔ اسکی

حقیقت تو آپ انشاء اللہ آئندہ صفحات میں معلوم کریں گے
یہاں صرف اتنا کہنا ہے کہ آیت بالا کی روسے مومنین پر بہتان
باندھنے والا ان کو بلا وجہ ستانے والا۔ بقول علامہ
ابن کثیر زبردست گناہگار ہے۔ امام عالیمقام پر یہ بہتان
باندھنے والے اگر بغیر توبہ کئے مر گئے تو زبردست گنہگار
مریں گے، اور اس گناہ کا خمیازہ انہیں دنیا و آخرت میں
بھگتنا پڑے گا، خدا اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم
جن کی تعریف کریں جو لوگ ان کو برا کہیں گے۔ وہ یقیناً مورد
لعنت الٰہی ہوں گے اور ان پر لعنت بھیجی جائے گی۔

یزید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور

بخاری شریف کتاب النکاح میں حضرت مسور بن مخرمہ
رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے۔ فرماتے ہیں۔
"میں نے منبر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک
سے سنا۔ آپ فرماتے تھے کہ ہشام بن مغیرہ (جو ابوجہل کا باپ
تھا) اس کی اولاد نے مجھ سے اجازت مانگی کہ وہ اپنی لڑکی
کا نکاح علی ابن ابی طالب سے کریں۔ فَلَا آذَنُ ثُمَّ لَا

اِلَّا اَنْ ثُمَّ لَا اِلَّا اَنْ تو میں تو اجازت نہیں دیتا ہرگز کبھی اجازت نہیں دوں گا، ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ ابو طالب کا بیٹا (حضرت علیؓ) میری بیٹی (حضرت فاطمہؓ زہرا) کو طلاق دیدے وَيَنْكِحَ اِبْنَتَهُمْ اور ان کی بیٹی سے نکاح کر لے فَاِنَّمَا هِيَ بَضْعَةٌ مِّنِّي يُرِيْبُنِيْ مَآ اَرَابَهَا وَيُؤْذِيْنِيْ مَآ اٰذٰهَا بات یہ ہے کہ فاطمہؓ میرے جگر کا ایک ٹکڑا ہے جو اس کو بُرا لگے مجھ کو بھی بُرا لگتا ہے اور جس چیز سے اس کو تکلیف ہو مجھ کو بھی اس سے تکلیف ہوتی ہے۔

شریعت محمدیہ میں اگر استطاعت ہو تو مرد چار بیویاں بیک وقت نکاح میں رکھ سکتا ہے۔ مگر اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی موجودگی میں نکاح ثانی سے منع کر رہے ہیں اور اس کی وجہ یہ بیان فرما رہے ہیں کہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کسی دوسری عورت سے شادی کر لی تو سوکن کے آجانے سے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو تکلیف ہوگی اور چونکہ وہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے اور میری اولاد ہونے

کی وجہ سے مجھے محبوب ہے اس لئے سوکن کا آنا جہاں اس کی تکلیف کا باعث ہوگا وہاں مجھے بھی اذیت پہنچے گی حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو سنکر نکاح ثانی کے ارادے سے باز آگئے۔

وہ جانتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینے والے کی کیا سزا ہے؟ اس لئے آپ اپنے ارادے سے دستکش ہوگئے۔

مولوی وحید الزمان خان بخاری شریف کی شرح تیسیر الباری میں اس حدیث کی تفسیر میں لکھتے ہیں،

"تو حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو ایذا دینا گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینا ہے دوسری روایت میں یوں ہے، میں حرام کو حلال نہیں کرتا نہ حلال کو حرام کرتا ہوں لیکن خدا کی قسم رسول کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک شخص کے پاس اکٹھی نہیں رہ سکتیں معلوم ہوا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے تھا کہ آپ کی بیٹی کے نکاح میں ہوتے ہوئے دوسری عورت کرنا ناجائز تھا یہ یہ خطبہ آپ نے اس وقت فرمایا جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دشمنوں

نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ لگا دیا کہ علیؓ کا ارادہ پکا ہو گیا ہے کہ وہ ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کریں۔ اس خطبہ کے بعد حضرت علیؓ نے فوراً وہ پیغام ترک کر دیا حافظ نے کہا کہ جب حضرت فاطمہؓ کو ایذا دینا آنحضرت کو ایذا دینا ہوا تو اب خیال کرنا چاہیئے کہ جن لوگوں نے امام حسنؓ کو زہر دیا اور امام حسینؓ کو شہید کیا یا ان کی شہادت کا باعث ہوئے ان کا گناہ کیسا سخت ہوگا۔ دنیا ہی میں ان کو سزا ملی، اور آخرت میں تو بڑا سخت عذاب ہونے والا ہے

مترجم کہتا ہے کہ اس صحیح حدیث سے یزید پلید اور اس کے اعوان و انصار کا موذی رسول اللہ ہونا ثابت ہے۔ کیونکہ امام حسنؓ اور امام حسینؓ کے قتل سے زیادہ اور کوئی ایذا حضرت فاطمہؓ کی نہیں ہو سکتی اور اس آیت سے۔۔

ان الذین یؤذون اللہ ورسولہٗ لعنھم اللہ فی الدنیا والآخرۃ واعدّ لھم عذاباً مھیناً

سے اللہ اور رسولؐ کو ایذا دینے والوں پر لعنت کرنا جائز نکلتا ہے۔ لہٰذا یزید پلید اور ابن زیاد بد نہاد اور عمرو بن سعد شقی اور شمر لعین اور سنان بن انس نخعی اور خولی وغیرہ

قائلین امام حسین رضؓ کے ملعون ہونے ہیں کیا شک ہے تعجب ہے ان لوگوں پر جنہوں نے ایسے ظالموں بدکاروں پر لعنت کرنا جائز قرار دیا ہے۔

یزید پلید کے باعث قتل امام حسینؓ ہونے کا انکار کیا ہے۔ حالانکہ متواتر نقلوں سے ثابت ہے کہ یزید ہی نے ابن زیاد کو حکم دیا تھا کہ یا امام حسینؓ سے بیعت لو یا ان کو قید کر کے میرے سامنے لاؤ یا قتل کردو۔ اور جب سر مبارک امام حسینؓ کا اس کے سامنے لایا گیا، تو مردود نے خوشی کی۔ آپ کے منہ مبارک پر چھڑی ماری اہلبیت رسالت کی بے حرمتی کی۔

لعنت اللّٰہ علیہ وعلیٰ اعوانہٖ وانصارہٖ الیٰ یوم القیٰمۃ واعدّ لہٗ عذاباً عظیماً۔

کہا جاتا ہے یزید نے عبید اللہ ابن زیاد کو امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ ابن زیاد نے یہ تمام کارروائی اپنی خوشی سے کی۔ تاکہ وہ اس کارنامے سے یزید کو خوش کر کے کوئی بڑا انعام حاصل کرے۔ لیکن دنیا کی کسی کتاب میں یہ بات نہیں ملتی کہ یزید امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل سے ناخوش ہوا اور اس نے ابن زیاد کو اس پر سرزنش کی۔

یزید کے اس عمل سے صاف ظاہر ہے کہ ابن زیاد نے امام حسینؓ کو یزید ہی کے حکم سے قتل کیا اگر ایسا نہ ہوتا، تو یزید ابن زیاد سے ضرور سختی سے باز پرس کرتا۔ اور اس کو قرار واقعی سزا دیتا۔

اب رہی یہ بات کہ کیا یزید کو کافر کہا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یزید نے چونکہ کفر کیا۔ اس لئے اسے کافر کہا جائے گا۔ کفر کے لغوی معنیٰ ہیں، چھپانا، ڈھانکنا پوشیدہ کرنا۔ (المعجم الاعظم اردو عربی لغات صفحہ ۲۴۹۳)
کافر کے معنیٰ ہیں۔ چھپانے والا۔ اللہ کی نعمتوں کا انکار کرنے والا۔ بیدین۔ لا مذہب۔ ضد مومن۔ ناشکرا۔
(المعجم الاعظم صفحہ ۲۴۹۴)
جو شخص حقیقت کو چھپائے اور اللہ کی نعمتوں کا انکار کرے وہ بیدین۔ لامذہب، غیر مومن اور ناشکرا ہے۔
یزید نے اہلبیت اطہار کی ان فضیلتوں اور بزرگیوں کا عملی طور پر انکار کیا، جو فضیلتیں اور بزرگیاں اللہ اور اس کے رسول علیہ السلام نے اہل بیت کے متعلق قرآن اور حدیث میں بیان فرمائیں، لہٰذا کفر کا مرتکب ہوا۔
اللہ تعالیٰ نے ابلیس کے متعلق فرمایا فسجدوا الا

اِبْلِیْسَ ط اِسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ بس سجدہ کیا سب (فرشتوں) نے سوا شیطان کے، انکار کیا اس نے اور غرور کیا اور ہو گیا کافروں سے۔

ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کے تمام مراتب وغیرہ کیا آنکھوں سے دیکھیں۔ اللہ نے انہیں اپنا خلیفہ بنایا علم الاسماء عطا کر کے فرشتوں پر نہ صرف فضلیت تامہ بخشی بلکہ فرشتوں سے سجدہ تک کروایا۔ ابلیس نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے اس بنا پر انکار کر دیا کہ اس نے اپنے آپ کو آدم علیہ السلام سے (معاذ اللہ) افضل تصور کیا۔ اس نے کہا اے خدا خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَہٗ مِنْ طِیْنٍ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور آدم علیہ السلام کو مٹی سے اس کے دل میں تکبر اور غرور سمایا ہوا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنا قیاس لگایا اور کہنے لگا میں آدمؑ کے واسطے سجدہ نہیں کروں گا، کیونکہ میں اس سے بہتر ہوں اور سن میں زیادہ ہوں اور خلقت میں بھی قوی و اشرف ہوں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اس کو خاک سے آگ قوی اور بہتر ہے اس قیاس آرائی کی بنا پر کان من الکافرین وہ کافروں میں سے ہو گیا (تفسیر مواہب الرحمٰن)

مفسرین نے کان کے دو معنی کئے ہیں اول یہ کہ وہ شروع ہی سے اللہ کے علم میں کافر تھا اور دوسرے کان صار کے معنیٰ میں استعمال کیا ہے یعنی تکبر و غرور اور سجدہ سے انکار کی وجہ سے کافر ہو گیا۔

یزید اگر عالم تھا تو اسے اہل بیت کے فضائل سے اور ان کی تعظیم و تکریم، ادب و احترام، شرف و بزرگی کے احکام قرآن و حدیث سے معلوم ہو چکے تھے، اس نے اپنے والد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو آتے جاتے دیکھا ہوگا۔ اسنے یہ نظارے اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کئے ہوں گے کہ حضرت امیر معاویہؓ کسطرح ان شاہزادوں کا اکرام کرتے ہیں؟ کس طرح ان کے حقوق کو دوسروں کے حقوق پر مقدم جانتے ہیں اور یہ کہ ان کے لئے گرانقدر وظائف مقرر کر رکھے ہیں؟ پھر اس پر مستزاد یہ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے قبل ہاشمیوں کے ساتھ، بالخصوص حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ یزید کو حسن سلوک کی وصیت بھی کی؛ یہ سب باتیں یزید کے علم میں تھیں مگر حضرت امیر معاویہ

رضی اللہ عنہ کی وفات کے ساتھ ہی اس نے بزعم خویش یہ سمجھ لیا کہ میں حسین رضؓ سے افضل ہوں اس لئے ان کے درپے آزار ہوگیا اور ان سے اپنی دشمنی کو انتہا تک پہنچا دیا۔ یزید نے نے اپنی فضیلت کے باب میں جس قیاس آرائی سے کام لیا وہ بلاتشبیہ ابلیس کی قیاس آرائی سے ملتی جلتی ہے۔ جس طرح ابلیس کو حضرت آدم علیہ السلام پر کوئی ادنیٰ سی فضیلت حاصل نہ تھی اسی طرح یزید کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر کوئی ادنیٰ سی برتری یا کوئی معمولی سا شرف حاصل نہ تھا۔ یزید نے ابلیس کا اتباع کیا خدا اور رسول علیہ السلام کے حکم سے منہ موڑ لیا وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ وہ کافروں میں سے ہوگیا۔ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یزید کو کافر کہنے کے باب میں سکوت اختیار فرماتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا سکوت یزید کو کافر کہنے کا جواز پیدا کر دیتا ہے۔ وہ امام وقت تھے اور فقیہ اعظم تھے۔ اگر یزید کو کافر کہنا جائز نہ ہوتا تو وہ ہرگز سکوت نہ فرماتے بلکہ واشگاف الفاظ میں ایسا کہنے سے منع کر دیتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی

بخاری شریف کتاب الفتن میں ہے۔

قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ سَمِعْتُ الصَّادِقَ الْمَصْدُوْقَ يَقُوْلُ هَلَكَةُ اُمَّتِيْ عَلٰى يَدَيْ غِلْمَةٍ مِّنْ قُرَيْشٍ فَقَالَ مَرْوَانُ لَعْنَةُ عَلَيْهِمْ غِلْمَةً۔

فرمایا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ نے کہ میں نے صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے قریش کے چند چھوکروں کے ہاتھ سے میری امت کی تباہی ہوگی۔ مروان نے کہا اللہ ان (چھوکروں) پر لعنت کرے۔

فَقَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ لَوْ شِئْتُ اَنْ اَقُوْلَ بَنِيْ فُلَانٍ وَبَنِيْ فُلَانٍ پس حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں چاہوں ان کے نام بیان کردوں فلانے کے بیٹے فلانے کے بیٹے۔

مولوی وحید الزمان خاں بخاری کی شرح تیسیر الباری میں اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں۔

انہوں (حضرت ابوہریرہ) نے ظالم حاکموں کے نام آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے تھے۔۔ مگر ڈر کی وجہ سے بیان
نہیں کر سکتے تھے۔ مروان خود ان چھوکروں میں داخل تھا گویا
اس نے خود اپنے او پر لعنت کی گئی حدیثوں میں جن کو طبرانی وغیرہ
نے نکالا یہ موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مروان
کے باپ حکم پر لعنت کی اور اس کی اولاد پر بھی لعنت کی۔ حافظ
نے کہا کہ ان چھوکروں میں پہلا چھوکرہ یزید پلید تھا اور ابن
ابی شیبہ نے ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نکالا کہ میں
اللہ کی پناہ چاہتا ہوں چھوکروں کی حکومت سے اگر تم ان کا کہنا
سنو تو دین کی تباہی ہے اور نہ سنو تو وہ تم کو تباہ کریں۔
دوسری روایت میں ابن ابی شیبہ کے یوں ہے کہ حضرت
ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ بازار میں چلتے چلتے یہ دعا کیا کرتے تھے
اللہ سنہ ۶۰ ہجری کو مجھ کو نہ دکھلانہ چھوکروں کی حکومت
سنہ ۶۰ ھ ہجری میں یزید تخت حکومت پر بیٹھا اور حضرت ابوھریرہ
رضی اللہ عنہ کی دعا قبول ہوئی۔ وہ ایک سال پہلے دنیا سے گذر گئے۔
تفتازانی نے کہا جس نے امام حسینؓ کو قتل کیا یا آپ کے قتل کا
حکم دیا یا آپ کے قتل کو جائز رکھا، یا اس سے خوش ہوا وہ
بالاتفاق ملعون ہے اور یزید سے یہ باتیں متواتر ثابت ہیں

اس پر اور اس کے مددگاروں سب پر لعنت۔

لیجئے اب تو یزید کے اپنے خاندان ہی کے ایک فرد مروان بن حکم کی زبان سے یزید پر لعنت کا حکم ثابت ہو گیا حال یہ کہ اس لعنت میں مروان نے خود اپنے آپ کو بھی بقول مولوی وحید الزماں شامل کر لیا۔ اس لئے کہ جن چھ کروں کے ہاتھوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کی ہلاکت کی خبر دی تھی ان چھو کروں میں مروان بھی شامل تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوکروں کی حکومت جن میں سب سے پہلا چھوکرا یزید تھا۔ اور امت پر ان کے ظلم و تشدد کی جو پیشگوئی فرمائی تھی وہ حرف بحرف صحیح ثابت ہوئی۔ یزیدی دور میں امت پر سب سے زیادہ ظلم و زیادتی ہوئی یہاں تک کہ اس ظلم و جور سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلبیت بھی محفوظ نہ رہ سکے اور یزیدی سفاکیت کا نشانہ سب سے زیادہ حضرت امام حسین اور ان کے ساتھی رضی اللہ عنہم بنے لعنت اللہِ علی الظلمین۔

رومیوں سے جنگ اور مغفرت کی بشارت

مشارق الانوار امام رضی الدین حسن صغانی رحمۃ اللہ علیہ کے صفحہ ۲۷۲ پر ہے۔

اَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ اُمَّتِي يَغْزُوْنَ مَدِيْنَةَ قَيْصَرَ مَغْفُوْرٌ لَّهُمْ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلا لشکر میری امت کا جو روم والے بادشاہ کے شہر یعنی قسطنطنیہ سے لڑے گا وہ بخشے گئے۔

یہ حدیث بخاری و مسلم سے لی گئی ہے۔ اس کو ام حرام زوجہ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے۔ فرماتی ہیں کہ ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں سوئے ہوئے تھے۔ پھر آپ ہنستے ہوئے جاگے میں نے پوچھا یا حضرت اس کا کیا سبب ہے۔ تب حضرت نے یہ حدیث فرمائی یعنی جو لشکر کہ قسطنطنیہ سے لڑے گا اس کے گناہ معاف ہو گئے اس کے لیے مغفرت ہے۔

مورخ کہتے ہیں۔ جہاد قسطنطنیہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ کے زمانے میں ہوا۔ آپ نے جو فوج اس جہاد پر روانہ فرمائی

کہا جاتا ہے کہ اس کا قائد یزید ہی تھا۔ جہاد قسطنطنیہ میں لڑنے والوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغفرت کی بشارت مرحمت فرمائی ہے۔ لہٰذا یہ بشارت یزید کیلئے بھی ہے اور یہ اس کے لئے بہت بڑی سعادت ہے یزید کے دوستوں نے یزید کے حق میں غلط پروپاگنڈا کر کے اسکو ایک بڑی شخصیت کے طور پر دنیا والوں کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کی ہے حالانکہ یزید اپنے فسق و فجور اور ظلم و جبر کی بنا پر کوئی اہم شخصیت نہیں بن سکا۔ جہاد قسطنطنیہ کے بارے میں بھی اس کے دوستوں نے اسلامی فوج کا قائد یزید ہی کو بتایا ہے، حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ یزید میں اس قسم کی کوئی صلاحیت نہیں تھی کہ اسے اتنے بڑے لشکر کا قائد بنایا جاتا تاہم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس لشکر کے ایک حصے کی قیادت یزید کے سپرد بھی کر دی۔ جسے مؤرخین اس طرح بیان کرتے ہیں: تاریخ اسلام مصنفہ ابو نعیم عبدالحکیم خاں نشتر جالندھری و عبدالحمید صاحب حمید ایم۔ اے۔ کے صفحہ ۲۸۵ پر تحریر ہے۔

"سنہ ۴۹ھ میں امیر معاویہؓ نے نہایت اہتمام سے مشرقی

رومی سلطنت کے پایۂ تخت قسطنطنیہ پر سفیان بن عوف ازدی کی سپہ سالاری میں زبردست لشکر بھیجا چونکہ اس سے پہلے مکہ و مدینہ میں بھی اس مہتم بالشان تاریخی حملے کا اعلان کر دیا گیا تھا۔ لہٰذا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ۔ عبداللہؓ بن عباسؓ حسینؓ بن علیؓ، ابو ایوب انصاریؓ وغیرہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس مشہور حدیث کے پیش نظر کہ "میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر پر حملہ کریگا وہ مغفرت یافتہ ہے"۔ شوق شہادت میں سر کے بل آکر شریک جہاد ہوئے۔ امیر معاویہؓ نے اپنے بیٹے یزید کو بھی ایک حصہ فوج کا سردار بنا کر روانہ کیا"۔ اس تاریخی حوالے سے یہ ثابت ہوا کہ پورے لشکر کی قیادت سفیان بن عوف ازدی کے سپرد تھی البتہ فوج کے ایک حصہ کا سردار یزید بن معاویہؓ بھی تھا جو دراصل سفیان بن عوف ہی کی زیر کمان تھا۔

"تاریخ ابن خلدون اردو کے صفحہ ۳۸ پر تحریر ہے "امیر معاویہؓ نے ۵۰ھ میں ایک بہت بڑا لشکر بسر کردگی سفیان بن عوف بلاد روم کی طرف روانہ کیا اور اپنے لڑکے یزید کو بھی ان کے ہمراہ جانے کا حکم دیا۔ لیکن یزید نے جانا

پسند نہ کیا اور معذرت کی اس پر امیر معاویہؓ نے اس کی روانگی ملتوی کر دی اتفاق سے مجاہدین کو اس لڑائی میں اکثر مصائب کا سامنا ہوا غلہ کی کمی، مرض کی زیادتی سے بہت سے لوگ مر گئے یزید کو اس کی اطلاع ہوئی تو بے ساختہ اشعار پڑھنے لگا (جن کا صرف ترجمہ درج کیا جاتا ہے) مجھ کو اس کی مطلق پرواہ نہیں کہ ان کے لشکر کو فرقدونہ میں سختی اور بدبختی کا سامنا ہوا جبکہ میں نے بلند ہو کر رنگ برنگ قالینوں پر دیر مروان میں تکیہ لگا دیا۔ اور میرے پاس ام کلثوم ہے۔ (یزید کی بیوی عبد اللہ بن عامر کی لڑکی) امیر معاویہؓ کے کانوں تک ان اشعار کی آواز پہنچی۔ یزید کے بھیجنے کی قسم کھائی چنانچہ یزید کو ایک جمعیت کثیر کے ساتھ جس میں ابن عباسؓ، ابن عامر، ابن زبیر، ابو ایوب انصاری بھی تھے روانہ کیا،

مصری محقق و نقاد ڈاکٹر طٰہٰ حسین نے بھی یہی لکھا ہے کہ یزید جہاد سے جان چراتا تھا، معرکہ قسطنطنیہ پر اسے زبردستی بھیجا گیا تھا۔

جہاد قسطنطنیہ میں شریک ہونے والوں کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مغفرت کی جو بشارت دی ہے وہ برحق

اور صحیح ہے۔ مگر ابن خلدون اور دوسرے مؤرخوں نے بصراحت یہ تحریر کیا ہے کہ یزید اس معرکہ میں شامل نہیں ہونا چاہتا تھا۔ مگر ان کے والد بزرگوار نے اسے زبردستی ایک دستۂ فوج کا سردار بنا کر اسے اس معرکہ پر روانہ کیا۔ بعض مؤرخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ محض اس کی اصلاح کے لئے حضرت امیر معاویہؓ نے ایسا کیا تاکہ لوگ اسکی ولیعہدی پر معترض نہ ہوں۔ اب ناظرین اس بات کا فیصلہ کریں کہ اس بشارت مغفرت کا یزید کس طرح مستحق ہو سکتا ہے جبکہ وہ اس جہاد میں بخوشی شریک نہیں ہوا۔ والد کی سختی سے مجبور ہو کر اگر وہ شریک ہو بھی گیا تو کیا ہوا؟ بشارت تو ان لوگوں کے لئے ہے جو بطیب خاطر برضا و رغبت خود مغفرت کی امید پر اس جہاد کے لئے تیار ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے بارے میں فرمایا ہے۔

یٰبَنِیٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ وَاَنِّیْ فَضَّلْتُکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ۔

(سورۂ بقرہ پارہ اول)

اے بنی اسرائیل یاد کرو، میرا وہ احسان جو میں نے تم پہ کیا اور یہ کہ اس سارے زمانے پر تمہیں بڑائی دی۔

تفسیر نعیمی جلد اول صفحہ ۳۷۶ پر اس آیت کی تفسیر میں درج ہے "تم میں نبی بھیجے۔ اور تم کو بادشاہ بنایا اور تم کو وہ وہ نعمتیں دیں جو اس وقت دنیا میں کسی کو نہیں دیں اور سب سے بڑی نعمت یہ دی کہ تم کو تمام جہان سے افضل کر دیا۔ ان باتوں کو یاد کرو اور اس کا شکریہ اس طرح ادا کرو کہ آج دین اسلام کی خدمت میں سب سے آگے آگے آؤ۔"

بنی اسرائیل نے خدا کے انعامات و احسانات کا شکر ادا کرنے اور اس کا مطیع و فرمانبردار بننے کی بجائے ناشکری اختیار کی کفرانِ نعمت کیا اور ایسی ایسی نافرمانیاں کیں کہ ان پر خدائی عتاب و عذاب نازل ہو گئے۔

انہوں نے سامری کے سونے کے بچھڑے کو خدا بنا لیا اسکی پوجا شروع کر دی۔ انبیاء علیہم السلام کو شہید کیا ہفتہ کا دن ان کے لئے عبادت کا دن مقرر کیا گیا تھا اور اس دن انہیں مچھلی کے شکار سے منع کر دیا گیا تھا۔ مگر انہوں نے خدا کے حکم کے پیشِ نظر اس ہفتہ کے دن کی بے حرمتی کی۔ اس دن حیلے بہانے سے مچھلیوں کو پکڑتے رہے۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام پر کثرت سے سوال شروع کر دیئے وغیرہ وغیرہ

اللہ تعالیٰ نے ان نافرمانیوں کی وجہ سے نافرمانوں کو سزا دی
ان پر رجز نازل کر دیا۔ رجز کے لفظی معنیٰ سزا اور عذاب اور
گندگی کے ہیں۔ بعض فرماتے ہیں کہ ان پر اچانک موت کا
عذاب نازل ہوا۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ طاعون کی بیماری میں
مبتلا کر دیئے گئے اور ستر ہزار بنی اسرائیل اس بیماری سے مر گئے۔
من و سلویٰ کے بارے میں خدا کی ہدایات پر عمل نہ کرنے کی وجہ
سے ان پر خواری و فقیری مسلط کر دی گئی۔ ہفتہ کے دن کا
احترام نہ کرنے کی وجہ سے وہ بندر بنا دیئے گئے جو انہیں دیکھتا
لعن طعن کرتا لہٰذا وہ دھتکارے ہوئے ذلیل بندر بن گئے
ان پر پانی کا طوفان آیا جس میں نافرمان بہہ گئے، پھر ٹیڑی پال
آگئیں جو ان کے کھیت وغیرہ کھائیں، پھر قمل کا سیلاب
آگیا جو ایک چھوٹے سے کیڑے کی شکل میں قمل نے ان کے گھر
جسم اور غلہ وغیرہ میں تباہی و بربادی مچا دی پھر مینڈکوں کا
طوفان آیا جو ان کے گھروں اور مجلسوں میں بھر گئے، مینڈکوں
نے عجب طرح کا عذاب برپا کر دیا جس سے نافرمانوں کی زندگی
اجیرن ہو گئی، پھر موسیٰ علیہ السلام کی بد دعا سے ان کے کنویں
نہریں پانی کے برتن وغیرہ سب خون سے بھر گئے کہ بنی اسرائیل

پانی کو ترس گئے۔

اس قسم کے عذاب ان کی بار بار نافرمانیوں کی وجہ سے تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد آتے رہے۔ اور اسی طرح بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ کی بشارت سے اَنِّیْ فَضَّلْتُکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ یعنی یہ کہ میں نے تمہیں تمام جہان والوں پر فضیلت دی اپنی بداعمالی کی وجہ سے خارج ہو گئے۔

جب بداعمالیاں خدا کی بشارت سے محروم کر دیتی ہیں تو اسی طرح بداعمال رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت سے بھی خارج ہو جاتے ہیں۔ اگر کسی طرح یہ مان بھی لیا جائے کہ یزید معرکہ روم میں بخوشی شریک ہوا تھا تب بھی یہ کہنا پڑے گا کہ بعد کی بداعمالیوں نے اسے رسول اللہ علی وسلم کی بشارت سے نکال باہر پھینک دیا۔ جس طرح خدا کی بشارت میں کوئی صراحت نہیں تھی اور جملہ بنی اسرائیل کو خدا کی بشارت دیدی گئی تھی مگر بداعمال بعد میں اس بشارت سے محروم ہو گئے اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت مغفرت معرکہ قسطنطنیہ میں شریک ہونے والوں کے لئے تھی۔ مگر یزید بعد ازاں اہلبیت کے ساتھ بدترین اور ظالمانہ سلوک اور فسق و فجور کی طرف دوبارہ لوٹ

آنے کی وجہ سے بشارت مغفرت سے الگ ہو گیا۔

اہلبیت پر یزیدی ظلم کی ابتدا اور انتہا

تاریخ طبری کا اردو ترجمہ تاریخ اسلام کے صفحہ ۲۷۷ پر تحریر ہے۔

یزید بن معاویہؓ شروع رجب سنہ ۶۰ھ میں بادشاہ ہوا اس نے ولید بن عقبہ عامل مدینہ کو لکھا کہ جب تمہیں میرا یہ خط پہنچے تو حسینؓ بن علیؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ کو اپنے پاس بلاؤ اور ان دونوں کو میری بیعت پر مجبور کرو اگر یہ دونوں انکار کریں تو ان کی گردن مار دو اور ان کے سر مجھے بھیج دو۔ لوگوں کو بیعت پر مجبور کرو جو انکار کرے اس پر یہی حکم جاری کرو۔"

تاریخ ابن خلدون اردو کے صفحہ ۷۶ پر ہے۔

"ولید بن عقبہ نے ان لوگوں (حسینؓ بن علیؓ اور عبداللہؓ بن زبیرؓ) سے بیعت لینے کی بابت اس (مروان بن حکم) سے مشورہ کیا، مروان نے رائے دی کہ اسی وقت وہ لوگ بلائے جائیں اگر یزید کی بیعت کر لیں تو بہتر ورنہ اس سے پیشتر کہ امیر معاویہؓ کے انتقال سے واقف ہوں قتل کر دیئے۔

جائیں۔"

تاریخ اسلام ابو نعیم عبدالحکیم خاں نشتر جالندھری و عبدالحمید صاحب حمید ایم اے کے صفحہ ۲۰۲ پر ہے۔

یزید نے تخت پر بیٹھتے ہی ولید بن عقبہ عامل مدینہ کو ان بزرگوں سے بیعت لینے کے لئے تاکیدی حکم بھیجا۔ ولید نے مروان بن حکم سے مشورہ کیا۔ اس نے رائے دی عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ اور عبداللہ بن عمرؓ کی طرف سے تو کوئی خطرہ نہیں لیکن حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور عبداللہؓ بن زبیرؓ کو فوراً طلب کرکے بیعت کے لئے مجبور کرو اگر وہ ذرا بھی لیت و لعل سے کام لیں تو ان کی گردن مار دو۔

ڈاکٹر طٰہٰ حسین مصر کے محقق اور نقاد اپنی کتاب "عثمانؓ و علیؓ" کے صفحہ ۵۶۰ پر فرماتے ہیں۔

"یزید کے لئے برداشت کی بات نہ تھی کہ اس کی اطاعت میں کوئی پس و پیش کرے۔ وہ خیال کرتا تھا کہ اس کی اطاعت تمام لوگوں کا فرض ہے ٹال مٹول کرنے والا اس کے نزدیک گردن زدنی تھا۔"

مورخین کے ان بیانات سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ یزید نے تخت نشین ہوتے ہی بلاد و امصار میں لوگوں سے اپنے عاملوں کے ذریعہ سے بیعت لینا شروع کردی۔ اور ان بزرگوں سے بیعت لینے کی طرف خاص طور پر متوجہ ہوا۔ کہ جنہوں نے اسکی ولیعہدی کی بیعت نہ کی تھی۔ ان میں حضرت امام حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بھی تھے۔ ولید بن عقبہ عامل مدینہ نے یزید کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے مدینہ میں حضرت امام حسین اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو گورنر ہاؤس میں بلایا۔ بعض مورخوں کا کہنا ہے کہ یزید کا خط ولید بن عقبہ کو رات کے وقت ملا تھا اسی وقت ان دونوں بزرگوں کو طلب کیا گیا۔ دونوں بزرگوں نے غیر معمولی طلبی کا مقصد بھانپ لیا تاہم امام حسینؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ دونوں ولید کے بلاوے پر تشریف لے آئے۔ ولید نے انہیں یزید کا حکم سنایا تو عبداللہ بن زبیرؓ نے کچھ مہلت مانگی اور امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ مجھ جیسا شخص پوشیدہ طور پر بیعت نہیں کر سکتا۔ عام لوگوں کو بیعت کے لئے طلب کیجئے میں بھی آجاؤں گا۔ جو سب کی رائے ہوگی اسی پر عمل کیا جائیگا۔

یہ کہ کر آپ تشریف لے گئے۔ مروان نے ولید سے کہا افسوس تم نے میرے مشورے پر عمل نہ کیا اور ہاتھ آیا ہوا شکار چھوڑ دیا۔ ولید نے جواب دیا۔ "نہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کے خون سے اپنا دامن اعمال آلودہ نہیں کر سکتا واللہ قیامت کے روز جس شخص کے حسین رض کے خون کا مطالبہ کیا جائے گا۔ وہ سخت خسارے میں ہوگا۔"

ابن خلدون کا کہنا ہے کہ امام حسین رض کے واپس تشریف لے جانے کے بعد مروان ولید کو ملامت کرنے لگا۔ ولید نے کہا "اے مروان واللہ مجھے یہ گوارا نہ تھا کہ میں حسین رض کو بیعت نہ کرنے پر قتل کرتا اگرچہ مجھے تمام عالم کا مال مل جاتا یا میں اس کا مالک بن بیٹھتا۔"

جب ولید نے بار بار آدمی بھیجکر امام حسین رض و عبداللہ رض ابن زبیر رض کو بلایا تو آخر دونوں نے مدینۃ الرسول کو چھوڑنا گوارا کر لیا چنانچہ وہ یکے بعد دیگرے رات کے وقت مکہ روانہ ہو گئے۔ یہ یزید کی طرف سے امام حسین رض پر پہلا ظلم تھا۔ کہ اس نے انہیں جوار رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ امام حسین رض پھر مدینہ لوٹ کر نہ آسکے۔

امام حسین رضی اللہ جب مکہ تشریف لے آئے تو کوفیوں نے خطوط اور وفود کے ذریعہ سے آپ کو کوفہ آنے کی دعوت دی اور لکھا کہ ہم لوگوں نے نعمان بن بشیر کوفہ کے گورنر کے ہاتھ پر یزید کی بیعت نہیں کی نہ جمعہ اور عیدین اس کے ساتھ شریک ہوتے ہیں اگر آپ آجائیں تو ہم اسکو نکال دیں گے بعض مؤرخ کہتے ہیں کہ کوفہ والوں کی طرف سے امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس خطوط حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے ہی سے آتے تھے۔ جب کوفیوں نے امام عالیمقام کو بہت زیادہ خط بھیجے اور باصرار انہیں کوفہ آجانے کی بار بار درخواست کی تو آپ نے صحیح صورت حال معلوم کرنے کے لئے حضرت مسلمؓ بن عقیل کو کوفہ روانہ کیا۔ حضرت مسلمؓ جب کوفہ پہنچے تو بے شمار کوفیوں نے اُن کے ہاتھ پر امام حسین رضی اللہ عنہ کے لئے بیعت کر لی حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے انہیں اہلبیت سے عقیدت تھی اس لئے انہوں نے حضرت مسلمؓ کے کام پر کوئی گرفت نہ کی۔ حضرت مسلمؓ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجا کہ آپ کوفہ تشریف لے آیئے یہاں کے لوگ

آپ کو چاہتے ہیں وہ دھڑ ادھڑ میرے ہاتھ پر آپ کے لئے بیعت کر رہے ہیں۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ حضرت مسلمؓ کے خط آنے سے مطمئن ہو گئے اور انہوں نے کوفہ تشریف لے جانے کا مصمم ارادہ کر لیا۔

مؤرخین کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ جانے سے منع کیا اور کہا کہ جب تک اہل کوفہ اپنے امیر کو مار ڈالیں اس کے مال کو نہ لوٹ لیں ہرگز نہ جائیے۔ اگر آپ ان کے بلانے پر جاتے ہیں اور ان کا امیر ان میں موجود ہے تو یہ سمجھ لیجئے کہ آپ کو لڑائی کے لئے بلاتے ہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ آپ کو دھوکہ دیں گے۔ جھٹلائیں گے اور آپ کی مخالفت کریں گے۔ اور سب سے زیادہ وہی آپ کے دشمن ہوں گے۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے آپ کو حجاز ہی میں قیام کرنے کا مشورہ دیا۔ آپ نے جواب میں فرمایا "میرے جد امجد نے فرمایا ہے کہ ایک مینڈھے کی بدولت کعبہ کی بے حرمتی ہو گی۔ مجھے یہ منظور نہیں وہ مینڈھا میں ہی ہوں۔"

کوفہ کو روانگی

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بھی آپ کو کوفہ جانے سے منع کیا، اور دوران گفتگو رو پڑے امام حسین رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں بھی آنسو آگئے لیکن ابن عمر رضی اللہ عنہما کی درخواست پہ عمل نہ ہو سکا۔

مجبوراً عبداللہ بن عمرؓ رخصت ہو کر چلے گئے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ جب کوفہ کو روانہ ہونے والے تھے تو حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے ایک مرتبہ پھر آپ کو روکنے کی کوشش کی لیکن جب آپ نہ مانے اور ارشاد فرمایا میں تو مصمم ارادہ کر چکا اب کسی طرح نہیں رک سکتا، حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے عرض کیا، خیر اگر آپ جاتے ہی ہیں اپنے لڑکوں، عورتوں کو نہ لیجائیے مجھے اندیشہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرح آپ شہید نہ کر دیئے جائیں اگر ایسا ہوا تو آپ کے لڑکے اور عورتیں پریشان و سرگرداں ہوں گی، آپ نے اس کا جواب کچھ نہ دیا۔ امام حسینؓ بن علیؓ مع اپنے اہلبیت کے جس میں بچے، عورتیں اور مرد سبھی تھے، مکہ سے کوفہ

روانہ ہو گئے۔

اُدھر کوفہ میں حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کی کامیابی اور حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی ان سے چشم پوشی کے واقعات یزید کو پہنچا دیئے گئے۔ اس نے عبید اللہ بن زیاد کو کوفہ کی گورنری دے دی اور گورنری کی سند مسلم بن عمرو الباہلی کی معرفت روانہ کی اور یہ بھی کہا کہ مسلم بن عقیل کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالنا یا شہر بدر کر دینا۔ (ابن خلدون)

ابن زیاد نے کوفہ میں آتے ہی یزید کے حکم سے نعمان بن بشیرؓ کو معزول کر دیا۔ اور اہل کوفہ کو ایسا ڈرایا دھمکایا کہ انہوں نے حضرت مسلمؓ بن عقیلؓ کا ساتھ چھوڑ دیا۔ حالانکہ یہ لوگ امام حسینؓ رضی اللہ عنہ کے لئے ان کے ہاتھ پر ہزاروں کی تعداد میں بیعت کر چکے تھے اور ہر طرح امداد کا وعدہ دے چکے تھے اور یہی لوگ حضرت امام حسینؓ رضی اللہ عنہ کو کوفہ بلانے والے تھے۔ ابن زیاد نے حضرت مسلم کو گرفتار کروا لیا اور بالآخر یزیدی حکم کے تحت انہیں قصر امارت میں بلوا کر بے دردی کے ساتھ شہید کروا دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ابن زیاد اور حضرت مسلمؓ کے درمیان کچھ دیر تک باتیں

ہوتی رہیں۔ حضرت مسلمؓ کی حق گوئی کی وجہ سے ابن زیاد غضبناک ہو کر کہنے "مجھے اللہ مارے اگر میں تجھے اس طرح قتل نہ کروں کہ آج تک اسلام میں اس طرح کوئی قتل نہ کیا گیا ہوگا (ابن خلدون)

حضرت مسلمؓ نے فرمایا "بے شک یہ لیاقت تجھ ہی میں ہے کہ اسلام میں بدعات و بدخلقی وخیانت کا موجد ہو، ابن زیاد یہ سن کر جھلا اٹھا ان کو حسینؓ بن علیؓ و عقیلؓ کو سخت و سست کہنے لگا، مسلم بن عقیلؓ نے کچھ جواب نہ دیا تھا خاموش رہے"۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم اپنے اہل عیال اور بعض اعزہ و اقربا کے ساتھ کوفہ کی جانب روانہ ہو چکے تھے صفاح تک پہنچے تھے کہ راستے میں فرزوق شاعر مل گیا۔ آپ نے اس سے کوفے والوں کا حال پوچھا، اس نے جواب دیا کہ "کوفیوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں، مگر ان کی تلواریں بنی امیہ کے ساتھ"۔

امام عالیمقام رضی اللہ عنہ نے کوفہ کی جانب سفر جاری رکھا یہاں تک کہ مقام ثعلبیہ میں آپ کو حضرت مسلمؓ بن عقیلؓ کے شہید ہو جانے کی اطلاع ملی۔ بعض کی رائے ہوئی کہ آپ یہیں سے واپس چلئے۔ کوفہ میں آپ کا کوئی یار و مددگار نہیں ہے بنو عقیل بولے "واللہ ہم سرزمین کوفہ کو اس وقت تک نہیں چھوڑینگے

جب تک مسلمؓ کے خون کا بدلہ نہ لیں گے یا جیسا کہ مسلمؓ نے موت کا ذائقہ چکھا ہے، ہم بھی نہ چکھ لیں۔" امام حسین رضی اللہ علیہ نے یہ سن کر فرمایا: "تم لوگوں کے بعد پھر زندگی کا کیا لطف ہو گا۔ غرض امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما بنو عقیل کے اصرار سے مجبور ہو کر ثعلبیہ سے روانہ ہو کر زبالہ میں جا اُترے۔ یہاں انہیں اپنے رضاعی بھائی عبداللہ بن یقطر کے شہید ہونے کی خبر ملی جنہیں آپ نے اثنائے راہ سے مسلمؓ بن عقیلؓ کے پاس بھیجا تھا۔ یہ گرفتار ہو کر ابن زیاد کے پاس پہنچا دیئے گئے جنہیں اس شقی القلب نے شہید کرا دیا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ دوران سفر آس پاس کی بستیوں میں رہنے والے بہت لوگ، مددگار کے طور پر آپ کے ساتھ ہو گئے تھے۔ آپ نے زبالہ میں حضرت مسلمؓ اور عبداللہ بن یقطرؓ کی شہادت کی اطلاع اپنے ساتھیوں کو دی اور ارشاد فرمایا جو شخص واپس جانا چاہتا ہو، لوٹ جائے ہم اس سے کچھ مواخذہ نہ کریں گے۔ اس فقرہ کو سن کر لوگ دائیں بائیں چھٹ گئے۔ صرف وہی لوگ رہ گئے جو مکہ سے ہمراہ آئے تھے بطن عقبہ میں پہنچے تو ایک عرب سے ملاقات ہوئی اس نے بھی سر اغنا کوفہ جانے سے منع کیا آپ نے

اس کی بجائے سنی کو تنح کر کے شراف پہنچے۔ ذو حشم پر حر بن یزید تمیمی ایک ہزار سواروں کے ساتھ آپ کو ملا۔ اسے حصین بن نمیر نے قادسیہ سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے لیے بھیجا تھا۔ حر بن یزید تمیمی نے کہا کہ "ہم کو یہ حکم ملا ہے کہ اگر آپ سے ملاقات ہو جائے تو ہم آپ کو اس وقت تک نہ چھوڑیں یہاں تک کہ آپ کو کوفہ میں عبداللہ بن زیاد کے پاس لے چلیں۔" حسین رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اس سے تو موت بھلی ہے اور اپنے ہمراہیوں کو واپس چلنے کا حکم دے کر سوار ہوئے۔ حر نے روکا اور عبیداللہ ابن زیاد کے پاس چلنے پر مجبور کیا۔

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے حر بن یزید اور اس کے ساتھیوں کو خطوط کی دو تھیلیاں دکھائیں جو اہل کوفہ نے آپ کو بھیجے تھے اور ان خطوط میں آپ سے کوفہ آنے کی بار بار تاکید کی تھی۔ حر اور اس کے ساتھ اہل کوفہ نے کہا کہ "ہم ان خطوط کے کاتبین نہیں ہیں۔"

ابن زیاد نے عمرو بن سعد کو چار ہزار فوج دے کر آپ کے مقابلے پر بھیجا۔ عمرو بن سعد نے آپ کے کوفہ آنے کا سبب پوچھا۔ آپ نے جواب میں فرمایا۔ "مجھے اس شہر کے شرفاء نے دعوت دی تھی

طلب کیا تھا پس اگر تم کو یہ ناگوار ہی ہو تو میں واپس جانے پر آمادہ ہوں"۔

عمرو بن سعد نے یہی جواب ابن زیاد کو لکھ بھیجا۔ ابن زیاد نے لکھ بھیجا "حسینؓ سے یزید کی بیعت لو، اگر وہ بیعت کریں تو جو مناسب ہوگا کیا جائے گا۔ اور اگر بیعت سے انکار کریں تو بے تامل جنگ کرو۔ ان پر اور ان کے ہمراہیوں پر پانی بند کردو

امام حسینؓ کی تین تجویزیں

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہٗ کی عمرو بن سعد سے دو چار بار ملاقات ہوئی۔ آپ نے ان ملاقاتوں میں عمر بن سعد کے سامنے یہ تین باتیں رکھیں اول وہ (عمر بن سعد) ان (امام حسینؓ) کو جانے دے تاکہ جہاں سے آئے ہیں واپس چلے جائیں۔ دوئم یا ان کو یزید کے پاس شام لے چلیں۔ سوئم یا ان کو مسلمانوں کی کسی سرحد پر جانے دیں تاکہ وہ سرحد کے ایک فوجی بن جائیں جہاد کریں اور وظیفہ پائیں۔

عمرو بن سعد نے منظور کر لیا اور کہا کہ میں ابن زیاد سے مشورہ کرتا ہوں، عمر نے ابن زیادہ کو حضرت حسینؓ کی پیش کردہ

لکھیں۔ لیکن ابن زیاد اس کے سوا کسی بات پر تیار نہ تھا کہ حضرت حسین کو مجبور کرے، چنانچہ اس نے جواب لکھ کر شمر ذی الجوشن کو دیا اور کہا کہ یہ خط عمر کو پڑھ کر سنانا اور دیکھنا وہ کیا کرتا ہے اگر حسینؓ سے لڑنے کے لئے کھڑا ہو جائے، تو تم بھی اس کے ساتھ رہو اور حسینؓ سے فرصت پالینے تک اس کی نگرانی کرتے رہو۔ اور اگر لڑنے سے انکار کرے یا تاخیر کرنا چاہے تو اس کی گردن مار کر تم اس کی جگہ فوج کے افسر بن جانا۔ عمرو بن سعد نے جواب پڑھنے اور ابن زیاد کا حکم معلوم کرنے کے بعد ہی حضرت حسینؓ سے لڑنے کی تیاری شروع کر دی۔ اس نے حضرت حسینؓ سے مطالبہ کیا کہ وہ ابن زیاد کی اطاعت قبول کر لیں۔ حضرت حسینؓ نے انکار کیا اور کہا اس سے تو موت اچھی ہے اس کے بعد عمر نے فوج کے ساتھ حضرت حسینؓ اور ان کے ساتھیوں پر حملہ کر دیا۔ حسینؓ کے ساتھ کل ۷۰ آدمی تھے دوپہر تک جنگ جاری رہی۔ حضرت حسینؓ کو ان بھائیوں اور بھتیجوں کو اور مٹھی بھر ساتھیوں کو سخت مصیبت کا سامنا کرنا پڑا اور اکثر قتل کر دیئے گئے۔

حضرت حسینؓ نے جگر خراشی کے انتہائی مناظر دیکھے انہوں نے دیکھا کہ ان کے بیٹے۔ بھائی۔ بھتیجے ان کی آنکھوں کے

سامنے قتل کئے جا رہے ہیں اور آزمائش کی ساری تلخیاں برداشت کر لینے کے بعد قتل ہونے والوں میں وہ آخری مقتول ہوں گے عمرو بن سعد کے کچھ تھوڑے سے ساتھی جو ابن زیاد کی روش برداشت نہ کر سکے کہ حضرت حسینؓ کی پیش کردہ باتوں کو ٹھکرا دیا اپنی فوج سے الگ ہو کر حسینؓ کے ساتھی بن گئے تھے انہوں نے بھی حسینؓ کے ساتھ مل کر جنگ کی اور ان کے سامنے قتل ہو گئے حضرت عثمانؓ و علیؓ مصنفہ ڈاکٹر طٰہٰ حسین) صفحہ ۵۱۷ ۔

ڈاکٹر صاحب کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں ۔ اس کے بعد عورتوں کو غلاموں کی طرح قید کیا گیا، ان عورتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت فاطمہؓ کی بیٹی حضرت زینب بھی ہیں ۔ پھر ان کو ابن زیاد کے پاس لایا جاتا ہے جو شرم اور رسوائی کے مارے اپنی رواداری کرتا ہے کہ جب علیؓ ابن حسینؓ جو ابھی چھوٹے تھے اور جن کو ابن زیاد قتل کر دینا چاہتا تھا اس سے کہا " اگر تمہارے اور ان عورتوں کے درمیان کوئی رشتہ ہے تو کسی متقی آدمی کے ساتھ انہیں شام بھجوا دو تو اس کو یاد آیا کہ اس کا باپ ابو سفیان کا بیٹا نہ تھا پھر تو بڑا شرمندہ ہوا، اور علیؓ بن حسینؓ کے قتل سے باز رہا، اور

حسین رضؓ کے گھر والوں کے ساتھ انہیں بھی یزید کے پاس بھجوادیا اس کے بعد مقتولوں کے سر جن میں حضرت حسینؓ کا سر مبارک بھی تھا یزید کے سامنے پیش کیا۔ یزید نے حضرت حسینؓ کے دانتوں پر اپنے ہاتھ کی بید رگڑی اور کہا وہ تلواریں بڑے بڑے سرکشوں اور ظالموں کے سر توڑ دیتی ہیں جو ہم پر بہت گراں ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی بھی اس وقت یہاں موجود تھے۔ انہوں نے یزید سے کہا۔ ایسا مت کرو میں نے ان دانتوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بارہا ہونٹ رکھتے دیکھا ہے۔ یہ کہہ کر وہ کھڑے ہوگئے اور مجلس سے چلے گئے۔

قیدیوں کو یزید کے سامنے پیش کیا گیا۔ ابتدا میں تو اس نے سختی برتی لیکن پھر نرم ہوگیا۔ اچھا سلوک کیا۔ اور اپنے گھر والوں کے پاس بھیج دیا۔ اس کے بعد ان کو عزت و احترام سے ساتھ مدینہ روانہ کر دیا۔ راویوں کا خیال ہے کہ یزید اس طرح حضرت حسینؓ کے قتل سے اپنی برأت کا اظہار کرتا ہے۔ اور اس کے گناہ کا سارا بوجھ مرجانہ کے لڑکے عبیداللہ ابن زیاد پر ڈالتا ہے۔ لیکن ہم نے نہیں دیکھا کہ اس نے ابن زیاد کو برا بھلا کہا ہو۔ اس کو سزا دی ہو، یا اس کو معزول

کر دیا ہو" (حضرت عثمان رض و علی رض صفحہ ۶۶)

مؤرخین کے بیان پر تبصرہ

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت سے متعلق مؤرخین کے بیانات سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں۔

۱۔ ولید بن عقبہ گورنر مدینہ کے نام یزید بن معاویہ رض کے خط سے لیکر کربلا تک کے واقعات سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ یزید کو سب سے زیادہ دشمنی امام حسین رض ہی سے تھی۔ وہ جانتا تھا کہ امام حسین رض کسی صورت سے اس کی بیعت نہیں کریں گے۔ اس لئے اس نے تخت نشین ہوتے ہی امام عالیمقام رضی اللہ عنہ کو شہید کروانے کا مصمم ارادہ کر لیا۔

مؤرخ طبری نے یزید کے خط بنام ولید بن عقبہ میں صاف لکھا ہے کہ یزید نے ولید کو اپنے خط میں یہ حکم دیا تھا کہ اگر حسین رض بن علی رض بیعت نہ کریں، تو ان کی گردن مار دو۔" پھر ولید کو مروان بن حکم نے بھی حضرت عبداللہ رض بن زبیر رض اور حسین رض بن علی رض کے یزید کی بیعت کرنے سے انکار

کی صورت میں انہیں شہید کرنے کا ہی مشورہ دیا تھا۔
عمرو بن سعد کے سامنے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے جو تجاویز رکھی تھیں، عمرو نے کہا کہ میں ان کے متعلق ابن زیاد سے مشورہ کروں، اس نے عمرو کو شمر ذی الجوشن کے ہاتھ اس مضمون کا خط بھیجا کہ حسینؓ کے لئے سوائے ایک راستہ کے اور کوئی راستہ نہیں یا وہ یزید کے لئے بیعت کریں یا پھر جنگ کے لئے تیار ہو جائیں۔ ابن زیاد کو یزید کا ہی حکم تھا کہ میری بیعت سے کم کسی بات پر حسینؓ بن علیؓ سے رعایت نہ کرنا یہی وجہ ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک جب یزید کے محل میں پہنچا، تو وہ خوش ہوا، اور اس ظالم نے اپنی چھڑی ان کے دانتوں پر رگڑی۔ اور فخریہ شعر پڑھے۔

۲۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ جنگ کے ارادے سے کوفہ روانہ نہیں ہوئے تھے۔ آپ نے گھر کے بچوں، عورتوں بوڑھوں اور جوانوں سبھوں کو ساتھ لے لیا، اگر آپ جنگ کے ارادے سے نکلتے، تو سب سے پہلے اس کے لئے آپ لوگوں سے کہتے سنتے مگر آپ نے ایسا نہیں کیا۔

آپ کو جب حضرت عبداللہ رضؓ ابن عباس نے کہا کہ بچوں اور عورتوں کو ساتھ نہ لیجائیے۔ اگر آپ شہید کر دیئے گئے تو بچے اور عورتیں سرگرداں و پریشان ہونگی۔ مگر آپ نے ابن عباس کی تجویز پر عمل نہ کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہیں یقین تھا کہ یزید انہیں اور ان کے گھر والوں کو آرام سے بیٹھنے نہیں دے گا۔ خاص طور پر جب اسے یہ معلوم ہوگا کہ میں مکہ سے کوفہ پہنچ رہا ہوں۔ تو وہ مکہ میں میرے اہل و عیال کے ساتھ نہ جانے کیا سلوک کرے۔ اس لئے امام حسینؓ نے بچوں اور عورتوں کو بھی ساتھ لیجانا مناسب سمجھا۔ اگر آپ جنگ کا ارادہ لے کر مکہ سے نکلتے تو عورتوں اور بچوں کو ساتھ لے کر نہ جاتے انہیں تو کوفے والوں نے سینکڑوں خط لکھکر اور کئی وفد بھیجکر بلایا تھا۔

۳۔ آپ کسی اقتدار کی خواہش میں کوفہ روانہ نہیں ہوئے تھے آپ کو جب معلوم ہوا کہ جن کوفیوں نے مجھے بلایا ہے۔ وہی میرے مخالف ہو گئے ہیں۔ اور جب انہیں حضرت مسلمؓ بن عقیلؓ کے شہید ہونے کی اطلاع ملی تو آپ نے مکہ لوٹ جانے کا خیال کر لیا۔ لیکن حضرت مسلمؓ کے عزیزوں کے جواب سے

مجبور ہو کر آپ نے کوفہ کی طرف سفر جاری رکھا،

۴ - آپ نے جنگ سے بچنے کی انتہائی کوشش کی یہاں تک کہ آپ نے اپنی تین تجاویز میں یہ تجویز بھی پیش کی، مجھے یزید کے پاس پہنچا دو میں خود اس سے معاملہ کر لوں گا، لیکن ابن زیاد اور شمر لعین نے کسی بجویز کو قبول نہیں کیا، اور وہ ایسا کر بھی نہیں سکتے۔ اس لئے کہ یزید یہ نہیں چاہتا تھا کہ بیعت سے پہلے میری اور حضرت حسینؓ کی ملاقات ہو اسکے لئے اسنے ابن زیادہ وغیرہ کو یہی ہدایت کی تھی کہ یا تو حسینؓ سے میری بیعت لو یا ان سے جنگ کر کے انہیں شہید کردو حضرت امام حسینؓ نے جب دیکھا کہ مجھ پر جنگ مسلط کی جارہی ہے تو آپ نے اتمام حجت کے طور پر جنگ سے قبل کئی خطبے تاکہ لوگ اپنے وعدوں کا احساس کریں اور ان کی رفعت شان کو سنکر جنگ کے ارادے سے باز آجائیں مگر لوگوں پر خرابی نیت کی وجہ سے آپ کی باتوں کا کچھ اثر نہ ہوا بالآخر آپ میدان جنگ میں نکل آئے اور بہادری سے لڑ کر شہادت کے بلند ترین مرتبے پر پہنچ گئے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے یہ جنگ حق کی حمایت میں باطل سے لڑی اس جنگ میں

ان کی اپنی کوئی ذاتی خواہش نہیں تھی محض اعلائے کلمۃ الحق کا جذبہ تھا جس نے امام حسینؓ کو چند حق پرستوں کے ساتھ فسق و فجور اور ظلم و عدوان کے مقابلے پر ڈٹ جانے پر آمادہ کیا،

جہاد یا جنگ اقتدار

جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت امام حسینؓ رضی اللہ نے یزید کے ساتھ اقتدار کی جنگ لڑی وہ آپ پر بہتان باندھتے ہیں اور بہت بڑا گناہ اپنے سر لیتے ہیں. آپ نے اپنے والد بزرگوار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اس ہدایت پر پورا پورا عمل کیا جو انہوں نے ابن ملجم کے قاتلانہ حملے کے بعد جناب امام حسن اور جناب امام حسین رضی اللہ عنہما کو کی تھی۔

نہج البلاغہ اردو صفحہ ۷۹۰ مکتوب نمبر ۴۷ میں ہے۔

" تم دونوں کو میری وصیت یہ ہے کہ خدا سے ڈرتے رہنا اور دنیا کے پیچھے نہ دوڑنا۔ اگرچہ دنیا تمہارے پیچھے دوڑے۔ دنیا کی کسی محرومی پر نہ کڑھنا، ہمیشہ حق کے لئے تمہاری زبان کھلے ہمیشہ ثواب کے لئے تمہارا اجر ہو، اور ہمیشہ ظالم کے حریف بننا اور مظلوم کے مددگار۔"

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما یزید کی طرح اپنے والد بزرگوار کے نافرمان نہیں تھے، یزید نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ان تمام ہدایات کو نہ صرف نظر انداز کر دیا جو انہوں نے وفات سے قبل ہاشمیوں بالخصوص حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں اسے فرمائی تھیں بلکہ ان کے خلاف کیا اور سب سے زیادہ مظالم ہاشمیوں اور امام حسین رضی اللہ عنہ ہی پر ڈھائے۔ مگر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے پدر بزرگوار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فرمانبردار تھے۔ آپ نے ان کی آخری ہدایت پر ان کی مرضی کے مطابق عمل کر دکھایا یزید کے مقابلے میں آپ کی زبان حق کے لئے کھلی آپ کا اجر ثواب حق کیلئے تھا، آپ ظالم کے حریف اور مظلوم کے مددگار رہے۔

بیان المطلوب ترجمہ کشف المحجوب صفحہ ۱۱۸ پر حضرت علی الہجویری المعروف بہ داتا گنج بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے زمانے کے قطب اور ظاہری و باطنی علوم کے عامل و عالم تھے ارشاد فرماتے ہیں۔

آئمہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم میں سے ہیں شمع آل

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام تعلقات دُنیا سے مجرد حضرت امام ابو عبد اللہ حسین بن علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ آپ زمانے کے محقق اولیاء میں سے اور اہل صفائے بطن کے قبلہ ہیں کربلا کے شہید، اہل طریقت آپ کے حال وسیرت کی درستی پر متفق ہیں اس لئے کہ جب تک حق ظاہر تھا۔ آپ حق کے تابع رہے اور جب امر حق مغلوب ہو کر گم ہونے لگا، تو آپ نے تلوار سونت لی اور جب تک اپنی عزیز جان اللہ کی راہ میں قربان نہ کر دی آرام نہ کیا"۔ حق پسندوں کے لئے حضرت گنج بخش علیہ الرحمتہ کا ارشاد کافی ہے تاہم حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے کربلا کے واقعات کے سلسلے میں حق پر ہونے کی حقیقت ایک مؤرخ کی زبان سے بھی سن لیجئے۔

مقدمہ ابن خلدون اردو صفحہ ۲۷۴ پر ہے۔

"جب یزید کا فسق وفجور تمام اہل زمانہ کے سامنے آشکارا ہو گیا تو طرفدارانِ اہلبیت نے کوفہ سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور لکھا کہ آپ تشریف لائیں ہم آپ کی پشت پناہی میں ہیں حضرت امام نے سوچا کہ یزید کی بدکاریوں کی

وجہ سے یزید کے خلاف اٹھنا تو ہے ہی خصوصاً جبکہ اس پر قدرت بھی ہو تو پھر تاخیر کیوں کی جائے اور آپ نے اپنے میں اس کی اہلیت بھی پائی اور شوکت بھی، اہلیت تو بہرحال آپ میں آپ کے خیال سے بھی زیادہ تھی مگر شوکت کے اندازہ میں آپ صحیح نقطۂ نظر پر نہ پہنچ سکے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے معاملہ فہمی میں کچھ غلطی ہوئی لیکن چونکہ یہ غلطی امر دنیوی میں تھی اس لئے یہ آپ کی عظمت شان پر اثر انداز نہ ہو سکی رہا حکم شرعی تو اس کے سمجھنے میں آپ نے ہرگز غلطی نہیں کی، کیونکہ اس کا مدار آپ کے گمان پر تھا۔ اور آپ کا گمان یہی تھا کہ آپ کو خروج پر قدرت حاصل ہے۔ حضرت امام شہید ہیں اور مستحق ثواب اور اپنے اجتہاد پر ہیں اور حق بجانب ہیں“

ان حقائق کی روشنی میں یہ حقیقت روز روشن سے بھی زیادہ واضح ہو گئی کہ امام حسین رضی اللہ عنہ حق پر تھے۔ آپ کی جنگ فسق و فجور کے استیصال اور امر حق کی بحالی اور اس کے تحفظ کی خاطر تھی نہ کسی ذاتی غرض کے لئے مگر یزید کے حامیوں اور اہلبیت کے دشمنوں نے بالکل اس کے خلاف یزید کو خلیفۂ برحق مانا اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو باغی قرار دے کر معاذ اللہ یہ کہا کہ امام حسینؓ

اپنے نانا کی شریعت کے بموجب قتل کئے گئے مطلب یہ کہ شہید نہیں ہوئے۔ ایسے لوگوں کو یزید دوستی نے اندھا کر دیا ہے انہوں نے حقیقت سے آنکھیں موندلی ہیں۔ ان کی آنکھیں ہیں مگر دیکھتے نہیں ان کے کان ہیں مگر سنتے نہیں۔ ان کے دل ہیں مگر سمجھتے نہیں وہ جانوروں کی مثل ہیں، بلکہ ان سے بھی بدتر۔ اللہ کریم ہدایت فرمائے۔

یزید کو خلافت سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ یزید کو خلیفہ کہنا یا سمجھنا خلافت کو منہ چڑانا ہے۔ یزید ایک بادشاہ تھا وہ بھی ظالم و جابر اور فاسق و فاجر۔ ظالم۔ جابر۔ فاسق۔ فاجر خلیفہ نہیں ہوا کرتا، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے تذکرے میں وضاحت ہو چکی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی بادشاہ تھے مگر عادل و منصف خلافت کا دور تو اس وقت ہی ختم ہو چکا تھا۔ جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بعض شرائط پر صلح کرتے ہوئے خلافت سے دست برداری اختیار فرمائی تھی۔ بنو امیہ کے حکمران محض رسمی طور پر خلفاء کہلاتے تھے۔ حقیقتاً وہ بادشاہ تھے۔ ان کے طرز حکومت میں خلافت کے رنگ کی بجائے بادشاہت کا رنگ واضح تھا۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تاریخ الخلفاء

اردو کے صفحہ ۲۱۳ پر ارشاد فرماتے ہیں۔

"ابن ابی شیبہ نے مصنف میں سعید جمہان سے روایت کی کہ میں نے سفینہ سے کہا کہ بنی امیہ کہتے ہیں کہ خلافت ہمارے خاندان میں ہے انہوں نے کہا وہ جھوٹے ہیں بلکہ وہ بادشاہ اور سخت ترین بادشاہ ہیں اور سب سے پہلے بادشاہ معاویہ رضؓ ہیں"۔

غرض یہ کہ یزید ایک ظالم بادشاہ تھا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس کے خلاف جہاد کر کے خدا تعالیٰ کی رضا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل کی ہے۔ اور شہادت کا بلند ترین مرتبہ پایا ہے۔

حاکم وقت کی اطاعت

کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاکم وقت کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ مگر حضرت امام حسینؓ رضی اللہ عنہ نے اس کے خلاف کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی معاذ اللہ نافرمانی کی ہے۔

اللہ کریم کا یہ فرمان صحیح ہے اور واجب الاطاعت کہ اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو اللہ کے رسول کی اور

اولی الامر کی (یعنی امیر کی)، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی بجا اور درست ہے جو بخاری شریف میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حکم مانو اور اطاعت کرو اگر تم پر ایک حبشی غلام جس کا سر گنجا ہو حاکم مقرر کیا جائے"۔ یزید کے ہمدرد اور بھی خواہ اطاعت امیر کے سلسلہ میں مذکورہ بالا دلیلیں دیکر عوام کو یہ کہہ کر گمراہ کرتے ہیں کہ دیکھئے اللہ اور اس کے رسول علیہ السلام نے حاکم وقت کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے اور اس کے حکم کو ماننے کا حکم دیا ہے۔ یزید کے دوست بعض ایسی روایتیں بھی پیش کرتے ہیں کہ جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر حاکم وقت سے کوئی برائی بھی دیکھنی پڑے تو اسے دیکھ لو اور صبر کرو اس کے خلاف بغاوت نہ کرو، کیونکہ حاکم وقت کے خلاف باغی کو قتل کی سزا دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے ان روایات پر عمل نہیں کیا۔ آپ نے یزید کے خلاف بغاوت کردی لہٰذا خاکم بدہن آپ شریعت محمدی کی بنا پر قتل کئے گئے نہ کہ شہید ہوئے۔

یزید کے دوست یہ بھی کہتے ہیں کہ جب تک حاکم وقت سے کفر بواح کھلم کھلا کفر ظاہر نہ ہو، اس کے خلاف خروج

شرعاً جائز نہیں۔

یزید کے ہمدردوں نے اپنی تو کہہ لی، اب ذرا ہماری بھی سن لیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں حاکم وقت کی اطاعت کرنے اور اگر اس سے کوئی بُرائی سرزد ہو جائے اس پر صبر کرنے کا حکم دیا ہے۔ لیکن گناہ کے کاموں میں اس کی بات سننے اور اس کی اطاعت کرنے سے روک دیا ہے۔

"حضرت نافعؓ نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا آپ نے ارشاد فرمایا" اَلسَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيمَا اَحَبَّ وَكَرِهَ مَالَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ فَاِذَا اُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ (بخاری شریف کتاب الاحکام)

مسلمان پر (اپنے امام اور بادشاہ اسلام) کی اطاعت واجب ہے خوشی یا ناخوشی ہر حال میں جب تک گناہ کا حکم اس کو نہ دیا جائے پھر جب (امام یا بادشاہ اسلام کی طرف سے) اس کو گناہ (ناجائز کام) کا حکم دیا جائے "تو نہ سنے اور نہ اطاعت کرے

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (سنہ ہجری) میں ایک لشکر بھیجا اور اس

کا سردار ایک انصاری (عبداللہ بن حذافہ رض سہمی) کو مقرر کیا اور لوگوں کو یہ حکم دیا کہ ان کی اطاعت کریں (رستے میں ایسا اتفاق ہوا کہ) عبداللہ بن حذافہ رض ان لوگوں پر غصے ہوئے کہنے لگے کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو یہ حکم نہیں دیا تھا کہ میری اطاعت کرنا انہوں نے کہا بیشک یہ حکم تو دیا تھا عبداللہ نے کہا تو میں تم کو یہ کہتا ہوں کہ تم لکڑیاں جمع کرو، انگارے سلگاؤ اور پھر اس آگ میں گھس جاؤ۔ انہوں نے لکڑیاں جمع کیں آگ سلگائی جب اس میں گھسنے کا قصد کیا تو ایک دوسرے کو تکنے لگے کہنے لگے۔ ہم نے جو (اپنے باپ دادا کا دین چھوڑا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی تو محض (دوزخ) کی آگ سے بچنے کے لئے اب ہم پھر آگ میں داخل ہوجائیں (تو اسلام لانے سے اتنی تکلیف اٹھانے کا کیا فائدہ ہوا) اتنے میں آگ خود بخود بجھ گئی اور عبداللہ کا غصہ بھی جاتا رہا پھر یہ قصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا لَوْ دَخَلُوْهَا مَاخَرَجُوْا مِنْهَا اَبَداً اِنَّمَا الطَّاعَةُ فِی الْمَعْرُوْفِ اگر یہ لشکر والے اس آگ میں گھس جاتے تو کبھی اس میں سے نہ نکلتے (حاکم کی اطاعت جائز کاموں میں کرنی چاہیئے (بخاری شریف کتاب الاحکام)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلیفہ ہونے کے بعد جب پہلی مرتبہ خطبہ دیا تو اس میں ارشاد فرمایا "میں تمہارا امیر دار بنایا گیا ہوں۔ حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں پس اگر میں نیک کام کروں تو تمہارا فرض ہے کہ میری مدد کرو، اور اگر میں کوئی غلط راہ اختیار کروں، تو فرض ہے کہ تم مجھے سیدھے راستے پر قائم کرو"
(تاریخ اسلام اکبر شاہ خاں نجیب آبادی حصہ اول صفحہ ۲۷۹)

بخاری شریف کی مذکورۃ الصدر احادیث سے بالکل واضح ہے کہ گناہ اور ناجائز کاموں میں امیر اور حاکم کی اطاعت کرنا تو درکنار اس کی بات بھی نہیں سنی جائیگی۔

یزید کو گھر بیٹھے ایک وسیع و عریض سلطنت بغیر محنت و شفقت مل گئی تھی۔ لیکن اس نے خدا کے اس انعام کی قدر نہ کی اور پہلے سے بھی زیادہ احکام شرعیہ کے خلاف عمل کرنے والا بن گیا اور بقول ڈاکٹر طٰہٰ حسین " وہ یہ خیال کرتا تھا کہ اسکی اطاعت تمام لوگوں پر فرض ہے، ٹال مٹول کرنے والا تو اس کے نزدیک گردن زدنی تھا۔ (عثمانؓ و علیؓ و بنوہ اردو ترجمہ صفحہ ۵۶۰) اگر وہ خلیفہ برحق ہوتا تو ہرگز ایسا خیال نہ کرتا اور نہ خلاف شرع اعمال کا مرتکب نہ ہوتا بلکہ خلفائے راشدہ کے نقش قدم پر چلتا۔ یا اگر

وہ بادشاہ عادل ہوتا تو کم از کم اپنے والد حضرت امیر معاویہؓ کا ہی اتباع کرتا جب عادل بادشاہ ہی نہ تھا تو خلیفہ کیسے ہو سکتا تھا؟ وہ ایک ظالم اور بداعمال بادشاہ تھا جس کی اطاعت حسین رضی اللہ عنہ جیسا امت کا امام نہیں کر سکتا تھا۔ اگر یزید عادل و منصف اور احکام شرعیہ پر عمل کرنے والا اور ان کا تحفظ کرنے والا ہوتا تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اس کی بیعت بھی کر لیتے جیسا کہ انہوں نے اور ان کے بڑے بھائی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہؓ کی بیعت کر لی تھی

یزید نواز لوگوں نے یزید کو تو خلفائے راشدین کے مرتبے سے بھی (معاذ اللہ) بڑھا دیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خطبہ دیں تو فرمائیں کہ لوگو! نیک کام کروں تو میری مدد کرو، اور اگر غلط راہ اختیار کروں تو تمہارا فرض ہے کہ مجھے سیدھا کر دو" مگر یزید نوازوں نے تو حد ہی کر دی، انہوں نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر حاکم وقت سے کوئی برائی دیکھو تو اس پر صبر کرو۔ صبر کی بھی تو حد ہوتی ہے جب حاکم وقت سراپا برائی کا مجسمہ بن جائے، اور دین کی قدریں اس کے ہاتھوں پامال

ہونے لگیں تو ایسے وقت صبر کی تلقین کہاں کی گئی ہے ؟ اور حق پرستوں سے کیونکر صبر ہو سکتا ہے ؟

یزید اور کفر بواح

یزید کے دوست کہتے ہیں) کہ جب تک حاکم وقت سے کفر بواح یعنی کھلم کھلا کفر ظاہر نہ ہو اسکی مخالفت نہیں کی جائے گی۔ اور اس کے خلاف خروج نہیں کیا جائے گا۔

بخاری شریف کتاب الفتن میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث جو عبادہ بن صامت سے مروی ہے اس میں آپ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے یہ اقرار بھی لیا کہ جو شخص حاکم بن جائے ہم سے جھگڑا نہ کرے۔ اِلَّا اَنْ تَرَوْا کُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَکُمْ مِنَ اللّٰہِ فِیْہِ بُرْھَانٌ البتہ جب تم اعلانیہ اسے کفر کرتے دیکھو تو اللہ کے پاس تم کو دلیل مل جائے گی۔

تیسیر الباری شرح بخاری پارہ ۲۹، صفحہ ۸ کے حاشیہ پر اس حدیث کی شرح میں ہے۔

اللہ کے پاس دلیل ملنے کا مطلب یہ ہے کہ جب حاکم

اعلانیہ کفر کرنے لگے. تو اس سے لڑنے پر تم سے کوئی مواخذہ نہیں ہوگا. دوسری روایت میں یوں ہے جب تک وہ تم کو صاف اور صریح گناہ کا حکم نہ دے. تیسری روایت میں ہے. جو حاکم اللہ کی نافرمانی کرے. اس کی اطاعت نہیں کرنی چاہیئے. ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے تم پر ایسے لوگ حاکم ہوں گے. جو تم کو ایسی باتوں کا حکم کریں گے جن کو تم نہیں پہچانتے اور ایسے کام کریں گے جن کو تم برا جانتے ہو تو ایسے حاکموں کی اطاعت کرنا تم کو لازم نہیں یہ جو فرمایا اللہ کے پاس تم کو دلیل مل جائے گی.
اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے لڑنے اور اسکی مخالفت کرنے کی سند مل جائے گی اس سے یہ نکلا کہ جب تک حاکم کے قول یا فعل کی کوئی تاویل شرعی ہو سکے. اس تک اس سے لڑنا اور اس پر خروج کرنا جائز نہیں البتہ اگر صاف و صریح وہ شرع کے خلاف حکم دے اور قواعد اسلام کے برخلاف چلے جب تو اس پر اعتراض کرنا اور اگر نہ مانے تو اس سے لڑنا درست ہے".

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے چاہا تھا کہ انہیں یزید کے پاس پہنچا دیا جائے. ایسا کرنے سے آپ کا مقصد یہی ہو سکتا ہے کہ آپ اس کو اصلاح احوال کی طرف توجہ دلائیں

ممکن ہے کہ بالمشافہ گفتگو ہونے سے یزید پر کوئی اچھا اثر پڑ جائے، اور وہ میری نصیحت کو قبول کر کے فسق و فجور سے باز آجائے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کو یزید کی ذات سے کوئی کد نہ تھی، اس کی بداعمالی سے نفرت تھی، امام حسین رضی اللہ عنہ کی خواہش کے باوجود انہیں یزید سے ملاقات کرنے کا موقع نہیں دیا گیا، یزید نفس و شیطان کا بندہ بن رہا تھا اور عیش و عشرت میں مبتلا رہنے سے وہ نفسانی لذتیں حاصل کرتا تھا، اس نے سوچ لیا کہ اگر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہو گئی۔ اور انہوں نے مجھے اس بوالہوسی سے باز رکھنے کی ہدایت فرمائی اور لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ حسین علیہ السلام صرف یزید کی اصلاح چاہتے ہیں، اگر آج وہ نیک اور صالح بن جائے تو امام عالیمقام رضی اس کے ہاتھ پر بیعت کر لیتے ہیں۔ امام حسین رضی اللہ سے ملاقات کے اور ان کی ہدایتوں کے بعد جو لوگوں کے علم میں آچکی ہوں گی۔ اگر میں نفس و شیطان کا بندہ بنا رہا اور اس نے امام حسین علیہ السلام کی ہدایت پر عمل نہ کیا اور پھر ان کے خلاف اگر کوئی سخت قدم اٹھایا تو تمام لوگ میرے خلاف ہو جائیں گے اور سلطنت میرے ہاتھ سے نکل جائے گی۔

اور میری اس حیثیت کوشش کا خاتمہ ہو جائے گا جسے میں ختم نہیں کرنا چاہتا۔ بہتر یہ ہے کہ ان کو قریب نہ آنے دیا جائے۔ اور یہ بہانہ قائم کر رکھا جائے کہ وہ میری بیعت نہیں کرتے، خلیفہ کے خلاف بغاوت کر رہے ہیں، اس طرح ان کے شہید کرنے کا جواز نکل آئے گا۔ اور پھر ان کے بعد کوئی مجھے میری من مانی کارروائیوں پر روکنے ٹوکنے والا نہیں رہیگا۔ یزید نے جو سوچا وہ کر دکھایا۔

امام حسینؓ رضی اللہ نے جب دیکھا کہ یزید کی اصلاح کی صورت باقی نہیں رہی، اور مجھے اپنے فسق و فجور کے سامنے جھکانا چاہتا ہے، اور مجھ پر جنگ مسلط کر رہا ہے، تو آپ میدان جہاد میں نکل آئے۔

اگر یزید سے کفر بواح صادر نہیں ہوا تھا۔ تو یہ بتایا جائے کہ حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد اہل مدینہ نے یزید کی بیعت کیوں فسخ کر دی تھی یہ واقعہ بخاری شریف کتاب الفتن میں حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ لَمَّا خَلَعَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَزِيْدَ بْنَ مُعَاوِيَةَ جب مدینہ والوں نے یزید کی بیعت توڑ ڈالی جَمَعَ ابْنُ عُمَرَ حَشَمَهٗ وَوَلَدَهٗ تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے

بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ یزید نے حضرت امام حسینؓ اور بہت سے مسلمانوں کو بالارادہ شہید کر دیا۔ قتل عمد کے متعلق سورۃ النساء پارہ پنجم میں ہے وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا

گھروالوں۔ لونڈی غلاموں کو جمع کیا۔

حدیث کے اگلے حصے میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں ان کے گھروالے اور ان کے لونڈی غلام بھی یزید کی بیعت فسخ نہ کردیں اس لئے ان کو ہدایت ونصیحت کرنے لگے۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ حضرت امیر معاویہؓ کے کہنے سے یزید کی ولیعہدی کی بیعت کیلئے تیار نہیں ہوئے تھے اور نہ انہوں نے یہ بیعت کی تھی، مگر حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد انہوں نے بذریعہ تحریر یزید کی بیعت کرلی یزید ان سے خوش ہوگیا یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ یزید کے ظلم وتشدد سے محفوظ رہے۔ تیسیر الباری شرح بخاری کے صفحہ ۲۵ پر حاشیہ میں ہے کہ "حضرت عبداللہ کا مذہب یہ تھا کہ گو یزید فاسق ہو مگر فسق وفجور کی وجہ سے اسے معزول نہیں کیا جاسکتا جیسے ہمارے زمانے کے اکثر فقیہوں کا قول ہے۔ اس سلسلے میں اصل بات تو یہ ہے کہ یزید کی بیعت ہی درست نہ تھی، کیونکہ اہل حل عقد نے اس سے بیعت نہیں کی تھی۔ سب مسلمانوں کے سردار اس وقت

امام حسین علیہ السلام تھے انہوں نے اور دوسرے افراد اہلبیت اور صحابہؓ نے اس سے بیعت نہیں کی تھی۔"

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کی بیعت کے متعلق تاریخ الخلفاء اردو کے صفحہ ۱۱۳ پر فرمایا ہے "ابن اسکندر کہتے ہیں کہ جب یزید کی بیعت کی گئی تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ شخص اگر اچھا نکلا تو ہم اس سے راضی رہیں گے ورنہ بلا پر صبر کریں گے۔"

مؤرخین نے بالاتفاق لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے وفات سے قبل یزید کو یہ یقین دلایا تھا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت سعید بن عثمان رضی اللہ عنہم کی طرف سے تیرے لئے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یزید ان کی طرف متوجہ نہیں ہوا۔ اسکے ظلم و عدوان کا نشان سب سے پہلے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء بنے پھر حضرت عبداللہ بن زبیر اور پھر مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے ہزاروں صحابہ اور صحابیات رضی اللہ عنہم اجمعین

تیسیر الباری شرح صحیح بخاری میں ہے کہ اہل مدینہ کے یزید کی بیعت توڑنے کی وجہ یہ ہوئی کہ پہلے مدینہ والوں نے

یزید کو اچھا آدمی سمجھ کر اس سے بیعت کر لی تھی۔ پھر لوگوں کو اس کے دریافت حال کے لئے بھجوایا تو معلوم ہوا کہ وہ کم بخت فاسق، فاجر، شراب خوار ہے۔ تب انھوں نے یزید کو نائب عثمان بن محمد بن ابی سفیان کو مدینہ سے نکال دیا۔ اور یزید کی بیعت توڑ دی۔ یزید یہ سن کر غصے ہو گیا اور مسلم بن عقبہ کو فوج ...... دیکر اس نے مدینہ بھیجا اور یہ حکم دیا کہ جب مدینہ والوں پر غالب آجاؤ۔ تو تین دن تک قتل و خون ریزی کرتا رہنا۔

واقعہ حرّہ

جامع التواریخ مطبوعہ نولکشور کے ص ۱۵۴ پر ہے۔

ابن زبیرؓ عمال یزید را از مکہ بیرون نمود و ہم طائفہ اعیان مدینہ بدمشق رفتند و دیدند کہ یزید شراب مے خورد و با سگان بشکار مے رود و در مجلس او طنبور مینوازند و با اہل فسق مجلس مے نماید بمعائنہ آں اہل مدینہ بخلع یزید بدست عبداللہؓ بن حنظلہ بیعت نمودند یزید بعد دریافت آں مسلم بن عقبہ را با لشکر شام روانہ کرد و آں لعین بعد از طے مراحل بمدینہ رسید در [illegible]

روز در قتل و غارت اہل مدینہ و اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قصور نہ ساخت بعد از فراغت از مہم مدینہ باوائل سنہ شصت و چہار ہجری بعزم محاربہ با عبداللہ بن زبیر روانہ مکہ گردید و در اثنائے راہ مرضی برو مستولی گشت سپاہ را بحصین بن نمیر سپردہ خود بدوزخ پیوست و حصین مقابلہ عبداللہ رض بن زبیر نمود و بعد از مقابلہ و مقاتلہ مردم مکہ منہزم شدہ متحصن گشتند و حصین مکہ را احاطہ ساخت و زمان محاصرہ از ابتدائے صفر تا آخر ربیع الاول امتداد یافت و در آخر ماہ مزبور خبر فوت یزید بمکہ رسید حصین با سپاہ شام بدیار خود روی نہاد۔

حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے یزید کے عمال کو مکہ سے نکال دیا۔ مدینہ کے معتبر لوگوں کی ایک جماعت دمشق روانہ ہوگئی انہوں نے وہاں جاکر دیکھا کہ یزید شراب پیتا ہے، شکاری کتوں کے ساتھ شکار کو جاتا ہے، اس کی مجلس میں طنبورا بجایا جاتا ہے وہ فساق و فجار لوگوں کے ساتھ نشست رکھتا ہے۔ یہ دیکھ کر اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑ ڈالی اور عبداللہ بن حنظلہ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ یہ بات جب یزید کے علم میں آئی، اس نے مسلم بن عقبہ کو ایک شامی لشکر کے ساتھ روانہ کیا۔ وہ لعین لشکر لیکر [illegible] مدینہ پہنچا

اس نے متواتر تین دن تک اہل مدینہ اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ مدینہ کی مہم سے فارغ ہونے کے بعد ۶۴ ہجری کے شروع میں عبداللہؓ بن زبیرؓ سے لڑنے کے لئے مکہ روانہ ہوا سفر کے دوران اسے ایک مہلک مرض نے آ دبوچا اس نے (مسلم بن عقبہ) حصین بن نمیر کو شامی فوج کا سپہ سالار بنایا اور خود جہنم رسید ہو گیا۔ حصین نے عبداللہؓ بن زبیرؓ سے جنگ کی مکہ کے لوگ شکست کھا کر گرفتار ہوئے حصین نے مکہ کا محاصرہ کر لیا یہ محاصرہ ابتدائے صفر سے ربیع الاول کے آخر تک رہا۔ اسی اثناء میں یزید کے انتقال کی خبر آ گئی حصین نے محاصرہ اٹھا لیا اور شامی فوج کو لیکر شام روانہ ہو گیا۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ تاریخ الخلفاء اردو کے ۲۲۵ پر ہے۔

۶۳ھ ہجری میں یزید کو خبر پہنچی کہ اہل مدینہ اس پر خروج کیا چاہتے ہیں اور اسکی بیعت سے انکار کرتے ہیں۔ یہ سن کر اس نے ایک بہت بڑا لشکر ان کی طرف روانہ کیا۔ اور مدینہ والوں سے اعلان جنگ کر دیا پھر مکہ معظمہ میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ پر لشکر کشی کا حکم دیا۔ چنانچہ یہ لشکر یہاں پہنچا اور واقعہ حرہ باب طیبہ پر واقع ہوا۔

اور واقعہ حرۃ جلتے ہوگیا تھا۔ اس کی کیفیت حسن اس طرح بیان کرتے ہیں کہ اہل مدینہ میں سے کوئی شخص ایسا نہیں رہا تھا جو اس لشکر سے پناہ میں رہا ہو۔ ہزار ہا صحابہؓ شہید ہوئے۔ مدینہ شریف لوٹ لیا گیا۔ ہزاروں لڑکیوں کی کمبخت لشکریوں نے بکارت زائل کردی انا للہ وانا الیہ راجعون۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اہل مدینہ کو ڈرائیگا خدا تعالیٰ اس کو ڈرائیں گے اور اس کے اوپر اللہ اور فرشتوں اور تمام آدمیوں کی لعنت ہوگی۔

جب یہ لشکر مکہ معظمہ آیا تو حضرت ابن زبیرؓ کا محاصرہ کر لیا ابن زبیر نے بھی ان سے مقابلہ کیا، چونکہ آپ محاصرہ میں تھے۔ اسلئے آپ پر منجنیق سے پتھر برسائے گئے جن کے شراروں سے کعبہ شریف کا پردہ اور اس کی چھت اور اس دنبہ کے سینگ جل گئے جو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے فدیہ کے لئے بھیجا گیا تھا؟

تاریخ ابن خلدون صفحہ ۱۳۹ پر ہے۔

"شامی لشکر نے مدینہ میں داخل ہو کر تین روز تک قتل عام کا بازار گرم رکھا اور لوگوں کا مال واسباب لوٹ لیا"۔

ابن خلدون صفحہ ۱۴۰ پر ہے۔

شامی لشکر ۲۶ محرم سنہ ۶۴ھ کو مکہ معظمہ کے قریب پہنچ گیا۔ اہل مکہ کو یزید کی بیعت کے لئے طلب کیا۔ ان لوگوں نے اس سے انکار کر دیا اور لڑائی کی طرفین سے تیاریاں شروع ہوگئیں حصین بن نمیر نے کوہ ابو قبیس پر منجنیقیں نصب کرا دیں جو شب و روز خانہ کعبہ پر سنگباری کرتی تھیں کوئی شخص طواف نہ کر سکتا تھا۔ بقیہ محرم اور پورا مہینہ صفر کا اسی حالت سے گذر گیا۔ یہاں تک کہ ربیع الاول کی بھی تیسری تاریخ آگئی۔ شامیوں نے خانہ کعبہ پر آگ برسائی۔ چھت اور پردے جل کر راکھ ہو گئے۔ ہنوز لڑائی کا خاتمہ نہیں ہوا تھا کہ یزید مر گیا۔ اس کی موت کی خبر عبداللہؓ بن زبیرؓ کو قبل اس کے کہ حصین بن نمیر کو معلوم ہو پہنچ گئی۔ عبداللہؓ بن زبیرؓ نے پکار کر کہا۔ اے بدبختو، اے اعداء اللہ اب تم کیوں لڑ رہے ہو۔ تمہارا گمراہ سردار مر گیا۔"

تاریخ اسلام مصنفہ نشتر جالندھری و عبدالحمید صاحب حمید ایم اے کے صفحہ ۲۲۲ - ۲۲۳ پر ہے۔

"مسلم بن عقبہ نے حرہ کی طرف سے مدینہ پر حملہ کر دیا۔ اور تین دن تک گھمسان کا رن پڑا۔ اہل مدینہ نے خوب جم کر داد شجاعت دی۔ لیکن آخر شکست کھائی۔ اکابر مدینہ شہید ہوئے کچھ

مسلم نے مدینہ میں قتل و غارت کا بازار گرم کرنے کا حکم دیا شامی فوجوں نے تین دن تک یہ سلسلہ جاری رکھا۔ مدینہ منورہ کی تباہی کا یہ واقعہ جو یزید کے نامۂ اعمال کا دوسرا سیاہ ورقہ ہے ۲۸ ذالحجہ ۶۳ھ کو رونما ہوا۔ بعد ازاں مسلم بن عقبہ نے حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ سے مقابلہ کے لئے مکہ کی راہ لی۔ راستے میں بیماری کی وجہ سے اس کی حالت نازک ہوگئی اس نے حصین بن نمیر کو اپنا قائم مقام مقرر کیا اور سفر آخرت اختیار کیا۔ اس نے ۲۶ محرم کو مکہ پہنچ کر حرم کا محاصرہ کیا جہاں حضرت زبیرؓ اماں گیر تھے۔ پہلے انہوں نے مکہ سے باہر نکل کر مقابلہ کیا بڑی خوں ریز جنگ ہوئی پھر مکہ میں محصور ہو کر مدافعت کی آخر حصین بن نمیر نے سنگ باری شروع کی۔ خانہ کعبہ کے کچھ حصے کو نقصان پہنچا۔ اسی اثنار میں یزید کی موت کی خبر آئی اور جنگ ختم ہوگئی۔"

"تاریخ طبری اردو ترجمہ کے صفحہ ۲۸۷-۲۸۸ پر ہے۔

واقعہ حرہ میں مدینہ کی کثیر جماعت میں ایسا کوئی نہ رہا جو قتل نہ کر دیا گیا ہو۔ اس ذمسلم بن عقبہ نے حرم رسولؐ کو مباح کر لیا دوشیزہ عورتوں کے اولاد ہوئی جن کو کوئی نہیں جانتا تھا کہ یہ

کس کی اولاد ہے؟ لوگوں کو مجبور کیا کہ وہ بیعت کریں قریش کے آدمی کو لایا جاتا اور اس سے کہا جاتا کہ اے شخص اس پر بیعت کر کہ تو یزید کا خاندانی غلام ہے وہ کہتا تھا نہیں تو اس کی گردن مار دی جاتی۔ پھر مسلم بن عقبہ بقصد مکہ ابن زبیرؓ سے جنگ کے لئے نکلا۔ راستہ میں اس کی موت آگئی۔ اس نے حصین بن نمیر کو نائب بنا دیا تھا۔ حصین بن نمیر مکہ آیا حرم میں ابن زبیر سے جنگ میں مشغول ہو گیا۔ اور ان پر ایسی آتش فشانی کی کہ کعبہ کو جلا دیا۔"

واقعہ حرۃ سے متعلق مؤرخین کے بیانات مطالعہ کرنے سے یزید اور اس کے شامی لشکر کے شرمناک کرتوت آپ نے ملاحظہ کر لئے کہ یزید کے حکم سے مکہ معظمہ میں کیا ہوا۔

۱۔ تین روز تک متواتر مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں لوٹ مار۔ قتل وغارت۔ تباہی و بربادی اور خون ریزی جاری رہی۔ سینکڑوں صحابہ رضی اللہ عنہم شہید کر دیئے گئے۔

۲۔ عورتوں کی عصمت دری کی گئی۔

۳۔ بچے کھچے اہل مدینہ سے زبردستی بیعت لی گئی۔ ہر شخص سے کہا جاتا۔ کہ اس بات پر بیعت کرو کہ تم یزید کے

خاندانی غلام ہو، اگر وہ کہتا کہ نہیں تو اس کی گردن ماری جاتی۔

۴۔ مکہ معظمہ کا محاصرہ کیا گیا۔ جو ایک مہینہ سے زیادہ عرصہ تک جاری رہا۔

۵۔ منجنیق سے پتھر برسائے گئے۔ جس سے کعبہ شریف کا پردہ اور چھت جل گئی۔

۶۔ لوگوں کو طواف سے محروم کر دیا گیا۔ صحیح روایتوں سے ثابت ہے کہ مسجد نبوی میں تین دن تک آذان نہیں ہوئی اس طرح یزید نے مسلمانوں کو نماز سے بھی محروم رکھا۔

غرض کہ ایسے دو مقدس مقامات کی توہین میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی جو اہل ایمان کو جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ جہاں سے اسلام شروع ہوا، اور صحیح روایات کے مطابق جہاں آخر زمانے میں پھر سمٹ کر آجائے گا۔ ان ذلیل حرکتوں کے باوجود یزید کے نام لیوا اس کی تعریف میں رطب اللسان ہوتے ہیں۔ اسے امیرالمومنین اور خلیفہ، متقی پرہیزگار۔ غازی۔ مجاہد، امیرالحج، عالم دین اور نہ جانے کیا کیا کہتے ہیں۔ شرم کا مقام ہے کیا ان بدترین افعال اور ذلیل ترین اعمال کے صدور پر بھی یزید رحمۃ اللہ علیہ

اور رضی اللہ عنہ کہلانے کا مستحق ہے۔ اس بدبخت پر اور اس کے اعوان و انصار پر خدا کی پھٹکار

غور تو کیجئے کہ یزید اور یزیدیوں سے یہ حرکتیں کیوں سرزد ہوئیں، اس لئے کہ انہوں نے اہلبیت رسول اکرم صلی اللہ علیہ کے ساتھ نہایت ہی ظالمانہ سلوک کیا۔ اس سلوک کی وجہ سے ہر طرف لوگ یزید پر نفریں بھیجنے لگے۔ یہاں تک کہ اہل مکہ و اہل مدینہ نے اس کی بیعت ہی توڑ ڈالی۔ اگر اس کے مداح خواں اور کاسہ لیس اس کو اس کے فسق و فجور کے باوجود خلیفہ ہی ملتے تھے تو کم از کم اہل مدینہ و مکہ کے بیعت توڑ دینے کے بعد تو اسے خلیفہ نہیں کہنا چاہیئے تھا۔ وہ خلیفہ تھا ہی کہاں؟ وہ ایک ظالم و جابر۔ خود پرست و خودبیں عیش و عشرت کا دلدادہ فسق و فجور میں مبتلا انسان تھا: جسے اتفاق سے ایک بڑے ملک کی بادشاہی مل گئی اسے راس نہ آئی اور اس کی دنیا و آخرت تباہ کرنے والی ثابت ہوئی

نہج البلاغہ اردو ترجمہ مطبوعہ غلام نبی اینڈ سنز کے صفحہ ۶۴۵ پر خطبہ نمبر ۱۷۳ میں حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ارشاد فرماتے ہیں۔

"امر خلافت کا سب سے زیادہ مستحق وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ اس (خلافت) پر قوی اور قادر ہو۔ اور اس کے بارے میں جو احکام خداوندی کا سب سے زیادہ ان کا واقف ہو اور فرض شناس ہو تو اگر اس بات میں کوئی فتنہ انگیزی اور تباہ کاری پر آمادہ ہو تو سب سے پہلے اسے امر حق کی طرف پلٹنے پر آمادہ کیا جائیگا اور انکار کی صورت میں اس سے جنگ جائز ہوگی"۔

مقدمہ ابن خلدون اردو ترجمہ صفحہ ۱۹۱ پر ہے۔

"خلافت دراصل اس کا نام ہے کہ دین کی حفاظت غور و پرداخت اور سیاست دنیا میں شارع علیہ السلام کی ٹھیک ٹھیک جانشین و نیابت انجام دی جائے۔ اس کا نام خلافت بھی ہے اور امامت بھی اور خلیفہ کو خلیفہ بدیں وجہ کہا جاتا ہے کہ یہ نبی کی امت میں نبی کی خلافت و نیابت انجام دیتا ہے۔ کبھی مطلق خلیفہ کہتے ہیں اور کبھی خلیفہ رسول اللہ"۔

نہج البلاغہ اور مقدمہ ابن خلدون کی مذکورۃ الصدور تحریروں کو بار بار پڑھئے اور خدارا انصاف کیجئے کہ کیا یزید میں وہ تمام شرائط پائی جاتی تھیں۔ جو ایک نائب رسول علیہ السلام میں ہونی چاہئیں ۔ یزید نے احکام خداوندی کا مذاق

اڑایا۔ اس نے دین کی حفاظت کرنے کی بجائے دین کو برباد کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ سیاست دنیا میں وہ شارع علیہ السلام کا جانشین ثابت نہیں ہوا۔ اس نے تو دین کو مسخ کرنے کی کوشش کی۔ وہ دنیا کو دین کے اصولوں پر کس طرح چلاتا؟ کیا یزید اپنی بدکاریوں اور بداعمالیوں کی وجہ سے اس قابل ہے کہ اسے نبی کی امت میں نبی کی خلافت و نیابت انجام دینے والا کہا جائے؟ یا اسے مطلق خلیفہ اور یا خلیفہ رسول اللہ کہا جائے؟ ہرگز نہیں۔ ایسا وہی کہہ سکتے ہیں کہ جو یزید کی حمایت میں ادھار کھائے بیٹھے ہیں اور چاہتے ہیں کہ یزید کے ساتھ ان کی دنیا و آخرت تباہ ہو جائے۔ کاش انہیں اس کا احساس ہوتا۔

صحابۂ کرامؓ نے حضرت امام حسینؓ کا ساتھ کیوں نہیں دیا؟

ثقہ روایات سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ نے حق کی حمایت میں اسلام کی سربلندی کے لئے یزیدیوں سے جنگ کی اور بلاشبہ یہ بات ہر تردد سے مبرا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اگر امام عالیمقام رضی اللہ عنہ اعلائے کلمۃ الحق ہی کے لئے نکلے تھے تو پھر صحابہؓ نے ان کا ساتھ کیوں نہیں دیا؟ اگر امام حسین رضی اللہ عنہ حق کے لئے لڑتے تو صحابہؓ

ضرور ان کے ساتھ دیتے اس کا جواب مؤرخ ابن خلدون کی زبان سے سنئے فرماتے ہیں:۔

"حضرت امام حسینؓ کے علاوہ دیگر صحابہؓ جو حجاز میں تھے یا یزید کے پاس شام اور عراق میں اور اسی طرح ان کے تابعین یزید پر خروج کو نامناسب سمجھتے تھے اگرچہ وہ فاسق ہی تھا۔ کیونکہ اس میں فتنہ فساد خون ریزی کا خطرہ تھا اس لئے وہ اس سے بچے رہے اور حضرت امام حسینؓ کا ساتھ نہیں دیا۔ مگر یہ بھی نہیں کہ ان کو ٹھہراتے ....

.... یا ان کو گنہگار ٹھہراتے کیونکہ آخر آپ بھی تو مجتہد تھے اور مجتہدین کی یہی صفت ہے کہ ان کے اختلاف کو باعث گناہ نہیں سمجھا جاتا۔ اسی طرح ان صحابہؓ کو بھی گنہگار ٹھہرانا سخت غلطی ہے کہ جنہوں نے حضرت حسینؓ کی مدد سے ہاتھ کھینچا کیونکہ ان میں اکثر صحابہؓ تھے اور یزید کے ساتھ تھے اور اس پر خروج کو تقاضائے وقت جائز نہیں جانتے تھے مگر امام حسینؓ نے کسی پر بھی ان میں سے یہ الزام نہیں لگایا کہ وہ میری مدد سے بیٹھ رہا اور میرا ساتھ چھوڑ دیا۔ کیونکہ آپ یہ ضرور جانتے تھے کہ صحابہؓ کا عمل بھی اجتہاد پر ہے اور آپ کا عمل بھی اجتہاد ہی پر ہے۔ پھر اس پر کیا گرفت اور کیا الزام۔ ہر ایک کا اجتہاد اپنا اپنا الگ ہے۔ پھر یہ بھی نہ سمجھا جائے کہ جس طرح دیگر صحابہؓ نے

اجتہادی اختلاف کے باعث حضرت امام کا ساتھ چھوڑا اسی
طرح امام موصوف (امام حسینؓ) کی شہادت بھی انہی صحابہؓ کے
اجتہاد ہی سے ہوئی ہوگی؟ خدا کی پناہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ اس
گناہ کبیرہ کے ارتکاب کی ذمہ داری تو صرف یزید اور اس کے ساتھیوں
کے کندھے پر ہے۔ پھر یہ بھی نہ کہیئے کہ جب صحابہؓ کرام نے یزید کے
فاسق ہونے پر بھی اس پر خروج کو جائز قرار نہیں دیا تو یزید کے
افعال بھی ان کے نزدیک صحیح ہوں گے۔ ہرگز نہیں، فاسق کے
وہی اعمال و افعال صحیح اور قابل نفاذ ہوتے ہیں جو شریعت کے
دائرہ میں ہوں۔ یہاں قتال کی تو کوئی صورت صحابہؓ کے نزدیک
متصور نہ تھی کہ اس کو وہ جائز رکھتے کیونکہ باغیوں سے قتال کیلئے
ان کے نزدیک امام عادل کی سرگردگی لازم ہے جو یہاں مفقود ہے
اس لئے کہ یزید امام عادل نہیں کہ اس کی کمان میں لڑائی لڑی جائے
خلاصہ پوری بات کا یہی نکلا کہ صحابہؓ کے نزدیک نہ تو حسینؓ کا
یزید سے لڑنا ناجائز تھا نہ یزید کی جنگ امام موصوف کے ساتھ
بلکہ یزید نے جو کچھ نازیبا حرکت کی، وہ اس کے فسق و فجور کو بڑھاتی
اور ثابت کرتی ہے اور اس کی بد اعمالیوں پر مہر لگاتی ہے اور حضرت
امام شہید ہیں اور مستحق ثواب اور اپنے اجتہاد پر ہیں اور حق بجانب

جو صحابہؓ یزید کے ساتھ تھے وہ بھی چونکہ اپنے اجتہاد پر قائم تھے، اس لئے وہ بھی حق ہی کے پیرو مانے جائیں گے"۔

مقدمہ ابن خلدون اردو صفحہ ۲۴۷ - ۲۴۸ -

خدا تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے ابن خلدون کو اُس کے اس بیان نے مسئلہ بالکل صاف کر دیا اور کوئی شک باقی نہیں رہا۔

ابن خلدون کے بیان سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوئے :۔

۱۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین یزید کو فاسق سمجھنے کے باوجود فتنہ وفساد اور خون ریزی کے خوف سے اس کے خلاف خروج کو مناسب نہیں سمجھتے تھے۔

۲۔ اگرچہ صحابہؓ نے امام حسین کا ساتھ نہیں دیا لیکن یزید سے جنگ کرنے کے مسئلہ میں ان کو نہ برا کہتے ہیں نہ گناہگار ٹھہراتے ہیں۔ کیونکہ وہ انہیں (امام حسینؓ) کو بھی مجتہد مانتے تھے اور مجتہدین کا اختلاف باعث گناہ نہیں سمجھا جاتا۔

۳۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے ان صحابہؓ کو جنہوں نے ان کا ساتھ نہیں دیا گنہ گار نہیں ٹھہرایا نہ ان کو برا کہا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ صحابہؓ کا عمل بھی اجتہاد پر ہے اور مجتہد

سے اگر غلطی بھی ہو جائے تو اس پر گرفت نہیں ہوتی

۴۔ یزید نے ہی امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کروایا، یزید نے ایسا کرکے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا اس کی ذمہ داری یزید اور اس کے ساتھیوں کے کندھے پر ہے صحابہؓ اس الزام سے بری ہیں۔

۵۔ یہ خیال کرنا درست نہیں کہ صحابہؓ نے جب یزید کو فاسق سمجھنے کے باوجود اس پر خروج کو مناسب نہ سمجھا تو ان کے نزدیک یزید کے افعال صحیح تھے، کیونکہ فاسق کے وہی اعمال و افعال صحیح ہوتے ہیں جو شریعت کے دائرہ میں ہوں امام حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کے خلاف جو کچھ ناز یبا حرکت کی وہ صحابہؓ کے نزدیک صحیح نہیں تھی اس سے تو یزید کا فسق و فجور اور بڑھ گیا اور پختہ ہو گیا۔ یہ نازیبا حرکت یزید کی بد اعمالیوں پر مہر لگاتی ہے۔

۶۔ اگر امام حسینؓ کے خروج کو بغاوت ہی سمجھ لیا جاتا تو باغیوں سے جنگ کرنے کے لئے امام عادل کی قیادت ضروری تھی۔ یزید امام عادل نہ تھا، فاسق و فاجر تھا۔ لہٰذا صحابہؓ کے نزدیک یہاں قتال کی کوئی صورت متصور نہ تھی۔

سبب تصنیف

کچھ عرصہ ہوا محمود احمد عباسی نامی ایک شخص کی کتاب "خلافت معاویہؓ ویزید" نظر سے گزری۔ کتاب کے مصنف نے اس میں یزید کی بے معنی مدیحہ خوانی کرتے ہوئے سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی عظیم شخصیت کو اس رنگ میں پیش کیا ہے کہ اس کتاب کے پڑھنے والا تھوڑی دیر کے لئے سوچنے لگ جاتا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ حق پر تھے یا یزید؟

زیر نظر کتاب میں بفضلہ تعالیٰ اس مسئلہ کو نہایت ہی آسان پیرایہ میں قرآن وحدیث، علمائے اسلام اور ثقہ مؤرخین کے بیانات کی روشنی میں حل کیا گیا ہے۔

ناظرین کرام اگر بالکل غیر جانبدار ہو کر حسینؓ بن علیؓ اور یزید بن معاویہؓ کا مطالعہ کریں گے تو انشاء اللہ العزیز وہ بڑی آسانی سے اس نتیجہ پر پہنچ جائیں گے کہ حق وصداقت کے حامل حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تھے یا یزید۔ یہی وہ مقصد ہے کہ جس کی خاطر یہ کتاب تصنیف کی گئی ہے۔ اللہ کریم شرف قبولیت عطا فرمائے، آمین۔ بوسیلہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

سید محمد ریاض الدین سہروردی قادری حسینی

صفحۂ تعارف